

www.urduchannel.in

آثارِ غالب

اردو چینل
www.urduchannel.in

قاضی عبدالودود

زندہ دار و مرد را آثار مرد
بوی گل باقیست چوین گرد و گلاب

(نظیری)

آثارِ غالب

مترجمہ



قاضی عبد اللودود

یہ کتاب جناب ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کو نام معنون کیجاتی ہو

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U72510

فہرست

فارسی نثر:	حصہ اول
تقریباً قاطع برہان ۱۰	اردو نثر:
تقریباً سفر نگاہ و مسائیر ۱۱	۱ دیباچہ لطائف غیبی
تقریباً درسی کشا ۱۲	۲ دیباچہ تیغ تیز
فارسی نظم:	۳ ایک استفقار ۲۵۱۰
نامہ منظوم بنام جوہر ۱۳	۴ مکتوب اردو
تین معجز ۱۴	۵ دو فارسی شعروں کے مطالب
رباعی ۱۵	اردو نظم:
شرویات ۱۶	۶ اشتہار پنج آہنگ
حصہ دوم	۷ غزل اردو
خطوط فارسی:	۸ ہیچ سادات علی
	۹ شرویات

CHILKID-2008



عرض حال

آثار غالب کا بہت بڑا حصہ تا قلمی کتابوں سے لیا گیا ہے، یا ایسی مہجورات سے جو عام دست رس سے باہر ہیں اس سے جو چیزیں متعلق ہیں ان کو شمول کی وجہ اپنی اپنی جگہ پر بیان کی جائے گی۔
فارسی خطوط حکیم حبیب الرحمن مرحوم کے کتبستان کی ایک قلمی مجموعہ سے ماخوذ ہیں۔ حکیم صاحب اُردو کو اچھی اُتارنا اور زبردست حامی تھے۔ علمی خدمات بھی انھوں نے کم نہ کی تھی۔ اس کا اندازہ ان کے کارنامہ حیات ثلاثہ، غسالہ کی اشاعت سے ہو سکا۔
ان کی بڑی وقت و ثبات سے اُردو کا بڑا نقصان ہوا ہے۔

آثار غالب کی ترتیب یا اس کے حواشی کی تحریر میں جناب ڈاکٹر عبدالشہید صاحب، جناب ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی، جناب ڈاکٹر عزیز شادانی، جناب عرش، جناب ہمیش پرشاد، جناب سید وزیر احسن عابدی، اور جناب مختار الدین احمد آرزو سے مدد ملی ہے۔ میں ان اصحاب کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ چھاپڑی کی نگرانی بھی آرزو صاحب کے سپرد ہے۔ اگر وہ اسے صحیح چھپوا سکو تو دہرے شکر کی کستھی ہوں گے۔ آثار غالب کی ترتیب بڑی سنجیدگی سے ہوئی ہے۔ بعض امور کی حسب دلخواہ تحقیق قلمت و قلمت کی وجہ سے نہ ہو سکی ہیں ناظرین سے معذرت خواہ ہوں۔

عبد الودود

۳۰ مارچ ۱۹۴۹ء

مختصرہ اول

اردو شہزادہ

دیباچہ لطائفِ غلپی

(۱)

سیاح بھڑو پڑھیںچ مدان۔ بے ہنر سیفِ سخن، میاں داد خاں حق شناسوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ میں رہنے والا اور نگ آباد کن کا ہوں۔ میں نے بعد تحصیل علم و تمہیہ سیاحت اختیار کر کے بنگالہ، دکن، پنجاب، وسط ہند، بلادوترا کے کہاں تک نام لوں، ظمرو ہند میں مترتا سر پھرا ہوں بلکہ سندھ و کابل و کشمیر و قندھار بھی دیکھ آیا ہوں۔ ان دنوں میں دو رسالے نثر کے میری نظر سے گزرے۔ ایک قاطع برہاں اور ایک محرق قاطع برہاں، یعنی قاطع برہاں کا تلف ایک شخص ہے، معظم اور کرم والا رتبہ عالی شان، عالی خاندان، انگریزی رئیس زاووں میں محسوب بادشاہ دہلی کے حضور سے مخاطب بہ نغم الدولہ و میرالک نظام جنگ یعنی غالب تخلص اسد اللہ خان بہادر۔ اور محرق کا جامع کوئی شخص نہ رہا اسے دہلی میں سے کہ کبھی کسی زمانے میں کسی حکمراں کی کامر مشیت دار ہو گیا تھا اور اب خانہ نشین سپہ، موسوم بہ منشی سعادت علی نثر سے واقف نہ نظم سے آگاہ نہ عقل کا سرمایہ نہ علم کی دستار نہ۔ کسی بستی میں، کسی گھاؤں میں، کسی گھاٹ پر کسی باٹ پر اسلہ زدگ کا نام کسی سے نہیں سنا۔ اللہ اللہ غالب نام اور نامدار کوئی شہر ایسا نہ دیکھا جس میں ان کے دو چار شاگردوں میں معتقد نہ دیکھے ہوں، ایک عالم ان کی فارسی دانی اور شیر اربانی کا حریف، نظم میں ماکھوری و نظیری و غزنی کو برابر نثر میں شاران سابق و حال سے بہتر لکھتا، نظم نشیہ، سحر سامری، نثر میں پنج آہنگ سلکب در خوش آب، دستبقو گوہر نایاب، مہر ظم بود غیرت، آفتاب، ہر گتہ ایک کتاب، ہر کتاب متنہ اجواب، ہر بلاغت اور فصاحت کو جانتے ہیں اور مثنیٰ کا حسن پہچانتے ہیں، متفق علیہ ان کا ہی عقیدہ ہے۔ اگر ایک آدمی کو عوام میں سے

ایک استقفا

(۳۱)

اللہ اکبر۔ صاحبانِ قوتِ ناطقہ و قوتِ عاقلہ سے کہ وہ مقربانِ بارگاہِ مبدیہ فیاض ہیں، غالب کی یہ استدعا ہے کہ جب یہ تحریر کہ گویا استقفا ہے، نظر سے گزرے تو احد اللغظین میں سے جو لغت صحیح ہو اس کی صحت اور لغتِ غلط کی غلطی لکھ کر نفاذِ عبارت پر اپنا نام لکھ دیں۔ مثلاً جہاں میں نے لکھا ہے کہ چشمِ عیب ہی صحیح ہے یا چشمِ غلط سا، اس کو جو ایسا میں رقم فرمائیں کہ چشمِ عیب ہی صحیح اور چشمِ عیب سا غلط ہے۔ یہ عبارت چھاپنی چاہی؟ اس واسطے ضرور ہے کہ فتوے میں توضیح ہو۔ نقطہ

سوال ۱۔ لغتِ فارسی کی حقیقت اور حروف کی حرکت میں فردوسی اور خاقانی سچے ہیں یا ہندوستانی فرہنگ لکھنے والے؟

جواب۔ فردوسی و خاقانی سچے ہیں۔ ہندوستانی ان کے مطابق لکھیں تو سچے ان کے برخلاف لکھیں تو جھوٹے۔

سوال ۲۔ پیدائی و زیبائی صحیح اور پیدائش و زیبائش غلط، یا یہ چاروں لفظ صحیح؟
جواب۔ چاروں صحیح۔

سوال ۳۔ راند و ماند بروزن چاند صحیح۔ رند و مند لہجہ ہے، اصل میں پُرن رند و کند لہجہ ہے۔
جواب۔ راند و ماند بروزن چاند صحیح، بروزن رند و کند لہجہ ہے۔

سوال ۴۔ چشم کی صفت عیب میں صحیح یا عیب باز؟
جواب۔ عیب سا غلط محض اور جو آئینہ کو عیب ساز ہے وہ اسحق بل کہ اندھا۔

سوال ۵۔ فرہنگ نویس حال کی رائے آگ فرہنگ نویس ماضی کی رائے سے مطابق؟
خواہی بجز حسبِ تفاق، خواہی از روئے مشاہدہ، یہ سرتق ہے، یا تطابق رائے؟
جواب۔ یہ تطابق سے ہے، سرتق سے کیا علاقت۔

سوال ۶۔ ششِ حرب، نتیجہ خور، ششِ غسل و ہر روز و روشک و اقسامِ میوہ کو کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ معاذ اللہ! لا حول ولا قوۃ الا باللہ! کون کہہ سکتا ہے۔ مگر کوئی دوا نہ کہے یعنی ان چیزوں کو ششِ حرب نہ کہے۔ ششِ حرب لکھیں گے گا، ششِ حرب لکھیں تو لکھیں۔

نافی لا کر پیر شہید ہیں۔ ان کو پیر شہیدوں پر ہر دوہاسے فنا کر سکی بھی انھیں
مخوں میں کہیں آیا ہے یا نہیں؟

جواب ہے۔ کہیں نہیں آیا، اس میں ذہن کو پریشان کرنا کیا ضرور۔

سوال تھا۔ خوار و میل پر تیرا اب انگریز کو کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب ہے۔ سید علی خان پر تیرا اب کی صفت ہو سکتی ہے، انگریز کی تیرے جا اور خانہ سنیل
رہو مہمل اور غلط اور غلط۔ راقم خواہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔

سب جواب عجیب کے صحیح ہیں، الطاف حسین یانی جی عنی اللہ تعالیٰ عنہ

۔ سب جواب دونوں جمیوں کا با مواب ہیں۔ محمد سعادت علی، برس گورنمنٹ اسکول دہلی۔

ششما نگرہ کا منہ سوال کے جواب میں میں بھی نواب محمد مصطفیٰ خاں صاحب کا

ہم زبان وہم دستمال ہوں۔ اراقم الام محمد الملقب بہ ضیاء الدین عنی عنہ۔

خط اردو بنام شہر لایت علی

(۶۱)

جناب شہر لایت علی صاحب ہتم مطبع عظیم المطابع عظیم آباد واسطے اپنے خود کے میری تقصیر

معاف کیجئے۔ درستیقت میرا گناہ نہیں۔

پیری و حمد عجیب جنین کفہ اند

ستر برس کی عمر حافظہ سلووم کو کذا، نسبیان منہ لی کل آپ کو یہ طلب نہ خود بوستان خیال

مترجمہ صحیفہ بلگرامی خط لکھا۔ لفافہ کرتے وقت ٹکٹ پٹینے بھول گیا۔ آج جو کس گھولا ٹکٹ

بکس میں پائے۔ ذلیل و خوار و خجل و شرمسار۔ آج لفافہ جدید میں ملفوف کر کے بھجوا دیا

خدا کرے کہ کتاب وہاں سے پہلے روانہ ہو اور یہ لفافہ وہاں بعد پہنچے۔

۱۶ اپریل ۱۸۷۵ء۔ نجات کا طالب غالب

دو فارسی شعروں کے جواب

(۶۲)

سب سے اسفار راہ پر تیرا دست - ذرہ موسے بہ باریکی نیان تو نیست

سب سے لڑے بال ہا ہا ہتہ عربا شاکو کتابیہ کہ استغنیہ اللہ مال کو کیا نسبت ہو کر

تو شاکو کتابیہ لڑے بال ہا ہا ہتہ عربا شاکو کتابیہ لڑے بال ہا ہا ہتہ عربا شاکو کتابیہ لڑے بال ہا ہا ہتہ

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

اپنے اپنے زمانے میں غالب
اسد اللہ خاں غالب ہے
دہرگر اینج روز تو بت اوستا
شبیخ بزم سخن سہرائی تھے
بادشاہ جہاں، معنی ہے
نظم اس کی نچا زمانہ راز
سیکھو آئیں نکتہ دانی کو
سیدہ گنجینہ گہسہ ہوگا
کرے اس نسخہ کی خریداری
تین بیچے تھے وہ بے کم قیمت
زر قیمت کا ہوگا اور حساب
اس سے بیویں گے کم قیمت
احسن اللہ خاں کے گھر بیچے
جس کہ کہتے ہیں عمدۃ الکلماء
نام شاہی کا ذکر غلام نجف
کہ نہ ارسال زر میں ہوتا غیر
ابراہیم درق شاہی ہے

تھے ظہوری دعوتی و طالب
نہ ظہوری ہے اور نہ طالب ہے
قول حافظ کا ہے بجائے دوست
کل وہ سرگرم خود نمائی تھے
آج یہ قدر دان معنی ہے
نثر اس کی ہے کا زمانہ راز
دیکھو اس دستبرمائی کو
اس سے جو کوئی بہرہ ور ہوگا
جو سخن کی جتنے طلبگاری
آج جو دیدہ ور کرے در خواست
منتخب جب کہ ہو چکے گی کتابا
چار سے پھر نہ ہوگی کم قیمت
جنس کو منظور ہو کر زر بیچے
وہ بہار ریاض بہرہ و شاہ
میں جو ہوں در پہ چھو لطف
سوئے یہ منتظر حاصل نثر بہ
جستجو انطباق جاری رہے

غزل

یہ بیابانِ نظر ہمارے کہوں یا نہ کہوں
ہاں ہاں ہاں وقت اسرار کہوں یا نہ کہوں
ایمان و یقین ہمارے کہوں یا نہ کہوں
جنت یا نرگس کی گلاب کہوں یا نہ کہوں
ہاں کہ ہاں ہاں گھر ہمارے کہوں یا نہ کہوں
حاصل اپنے چہرے ہمارے کہوں یا نہ کہوں

اپنا حوالہ دے کہوں یا نہ کہوں
ہاں کہوں ہاں کہوں ہاں کہوں
شکوہ کچھ نہ ہے ہاں کہوں یا نہ کہوں
اپنے دل سے ہاں کہوں یا نہ کہوں
دا کے ہاں کہوں یا نہ کہوں
آپسہ وہ ہاں کہوں یا نہ کہوں

ہجو سعادت علی

(۸)

اے فشتی خیر و سر سخن ساز نہ ہو۔۔۔ عصفور ہے تو مقابل بازنہ ہو
آواز تری بجلی اور آواز کے ساتھ۔۔۔ لاشی وہ لگی کہ جس میں آواز نہ ہو

قریبات اردو

(۹)

بے چارہ کتنی دور سے آیا ہے شیخ بی۔۔۔ کچھ میں کیوں نہ بائیں نہ ہم بزمین کے پاؤں
کوئی اس کا جواب دو صاحب۔۔۔ سائلوں کا جواب تو صاحب

فارسی نثر:

تقریظ قاطع برہان

(۱۰)

از منہ من سلام وہم از من بہ من پیام۔۔۔ رنج و سہ میاد سلام و پی پیام ما
ہاں غالب سپید ہوئے سسینہ نام از من بزم سخن گہ آواز گہ بفر خود یعنی خود را از
چہ خواستہ؟ گفتی کہ دانش در آن داوگر و ہنرمندان باستی پسندار میں خال بہ ہنرمند
ندان کہ ازین خیاباں مانا بہ بیاباں یہ قول بیجا ہی علی الجہت یہ صریح
چشمہ نامیست کساں گم گزرد
لے بار خاطر دانا دانا در اندیشہ دانا یاں بجز گفتار گدشتہ کماں دل پسند نیست دانا
را با بچ سخن و سخنور بند نیست۔ بارے سپاس عزیزی دہر وزری اس مردم ختم ہر وزری
دہر یہ ہر مردی آن بہ دانش گواں یاد آن بہ باہ بلذ پایہ آگ بہ سر کماں چون فرود
با صفاک و با فرد دستاں جوں سلیمان با مور و سرا یاد دانش دہم تن بینش دانشی ذاک
بجائے آگ کہ ہر بیداری دکان ہے رونق کمر بستہ دانا نقش این کلتر اور انبعاث دوست
نشست۔ گدراہیں جو اس مرد بیدار دل پر بستن تہراؤہ اوراق پریشاں نہ درواختے
کاغذ مستودات قاطع برہاں را یا کاغذ گم بردے وہ آب آغشتہ فرد کو فیتہ یا مرصہ نہ
خریدے تا چاکہ ہر پاسا خفتہ۔ یہ تہرہ کماں تن گدراہ من یا یاں آن نسخہ سلفی از ہر سہ
دنا رنج و دردین ہر سہ طبعش دیگر انجلیخت ناز بچ کس ہے دستور ہی صاحب صلیح اور دھان شاہ

سوادرا در کالہیہ انطباع فرود تو اندر کثیت - حر باحی
 در قاطع برہان نگر و اتبالیش کز غیب رسد ملک استقامت
 بر خاتر نقش خانہ غالبی میں ذیل پست گزشت ہر غالب نامش

تقریباً سفر تک سنائے

(۱۱)

اندک اندک ہفتاد سال گودہ سال از آن میان بہ شمار دانش اندوزی از درمباش
 در یوزہ آہنی در یوزہ از در ہار دسے داد۔ بابے از در گاہ مبدعہ فیاض بود ہر پیر از ہر
 در یافتہ مگر سخن بابے حسروی را در ثا آغاز در ذوایہ نابالے نوشتہ اند کہ این نخستہ در باب
 با آن ہمت تابش در کشش سوے گیتی ہیچ گونہ تابش از ہیچ سوے ندارد۔ پندارم از ہی طرز گفتا
 اگر بسیا از در دہم بہ ہنجا را فری ہمان بہ گفتار آورد۔ تا ہنر در آفرین۔ نور را آفرین
 گسترے باید کہ نیر دے باز گشت داشتہ باشد تا در زمانہ را با نازہ بالیت تو اندستود
 نہ چون من ابلہی کہ اگر خود را نادان گویم شگفتی فرودمانز کہ این دانش از کجا فرود آورد کہ
 خود را نادان دانست۔ ہر خد کہ پیر است کہ ستودن بہ دانستہ با زبان است و نادانستہ
 ستودن و نادانستودن را ایک فر زمان است۔ اما ذوق داناستہ سے بر دل در آرد و
 زبان را خوش نگذاشت بدل گفتہ اگر کہہ و کہ آستہ بہ بہ از آن کہ ما ہم سخی گفتہ باشیم۔ دیدہ
 و دے کوتا بگر کہ امر و فرین رخ یوسفی را در ہر معنی با زاد آوردہ اند کہ زبان ہی حال
 با دانش ہر مایہ نازش روزگار است۔ لے یلوی زبان زبان پہلوی را در کار گارہ
 سخن پروری کا آوردہ اند کہ استادان استادان را گزین آموز نگارست۔ جا ما سب پایہ
 ساسان مایہ آذر کیواں پایہ مولوی نجف علی خاں ہمایوں خزے ہما سب یہ آن کہ وہاں گویا بچہ کوی
 از آن ناز کہ پیکر سے دیگر بہ را از گویا آن کہ سزا سے فرورغ پیراے دستا بہ دستا کا
 خانہ کجلی باشا ہاں آراست کہ نیلا سے معنی در سیرہ خانہ اتقا طو یہ دیدار کا بہ پید ہا

نامند نامورانی - فی پشتم تیرم روشنی خواست
 نگار خانہ چہیں شد درم ذریں ارتنگ
 ہم این میرا دیویدا چہند را میرے کہ میرا
 خواہد ہمایوں از در ہر دستہ

زارنہارا از لیستہ رازا رازا کانت نیز ارا یکی از رازدان نام گویم کہ چون حسن عبارت گشت و دانست کہ روسے خوب را چشم بد و در کین کمال را عین الگمال بد دنیا ال است بہ چشم داشت دنع گزند چشم زخم سو و ہندسے حرزے نبشت۔ یارب این بگاشتہ چشم نیام آئی سفرنگ بافر و فرنگ باو بدی را فر فرس دست تاراج ہیج ہرزہ عرس مراد۔

(۱۲) تقریب دری گشا

یزدان رواں بہ فر و فر و زویدہ گرداگردہ مردم زبان ہائے جداگانہ آموز ہر زبان را زبان وال پدید آورد ہر گنجینہ در بستہ را کلید آورد دریں روزگار بارسی گفتار را دانائی آفرید ہائے نئے قلم و زبان دری دارائے آوید کہ تخت شرفے دل پذیر ہر دستا نیز گماشت سپیش بہ نشین فرنگ گماشت ہمت گماشت۔ از آن رود کہ اسم سامی مولفنا و بالفصل اولنا بہ زبان پر دین فشان ملک خوش روز روکامہ مذکور است بے حرفہ ہر ذن نام ہمیش از ادب و دراست۔ غالب دانش جو ہے ال ہے گوید کہ من یستائیش گری و فرماں بری احباب کار از پیش ہے برم و فرجام کار لفظ چند لائیش پیوند گویتی یادگار گماشتہ معنی باخوشیش ہے برم ہمہ سیمستی بادہ سود عبارت دیباچہ فرنگی چو دانہ بیخواری کردہ بدیں آفرین گستری آفرین شائے شدہ ام گفتار مر احسن قبول روزی باد۔

قاری نظم :

(۱۳) نامہ منظلوم نیام چو ہر

دلت سرخوش بادہ سو ر باد	د فاجو ہر از تو عسقم دور باد
رواں تادہ کن دگشا نامہ	د سندا از تو الفت فر نامہ
نسیند تو ابر دل از غم عیار	نخواہم کہ در عوہمہ روزگار
ندارم غم ہستی خویشین	زہر بخوری من مخور غم کہ من
نہ از مردن من چہ نقصان من	نہاں از من است و نہ نسیم آن من
ز شاہستگی بودہ دانا پسند	ہریشے است شایستہ و سود مند
گر از من نباشد کبری شہو	از آن کس کہ فرزند ادنی شہو
نباشی بہ حیلت گری عدو خواہ	چہاں دادہ فرماں کہ درسا راہ
بہ شادھی در ان ناحیت ہی رسند	عیزان رہر دگر اعی کسند

چو گردن داناں تو ہسم باز گرد
 پیش خواست مست آن کہ فرما دہ
 دریں آمدن باش فرماں پذیر
 بگرد از سسٹر جم بچکم پیر
 بہت بہت از طعنہ آزاد باش
 گردان چو شکر در آب انداختہ
 بہ صد گونہ خواست لب لعل لبت
 نخواہد گرد پس کہ خواہد ترا
 بہ ماورائین دیدہ رایہ میں
 قدم نہ بران ہوا خواہم
 چنان دیدہ تاملی دل خون خیم
 درون مرا ای یوں بنگری
 مگر کہ سخن والدہ داد عسا
 ز شیر سلام و دعاوت سلام

بہ شادی دوس جمع انہاز گرد
 الا تات سخی کہ اس زمان بہت
 مشو سخت کوش و مشو سخت گیر
 بہ حکم یور چون گزیدی سفر
 دریں رفتن از آمدن شاد باش
 نہ بجز تو ماند بہ تاب انداختہ
 پر نیز مشتاق دیدار بست
 ترا خواہد از بس کہ خواہد ترا
 بیاد و در خوش بگر رایہ میں
 دگر من چو این سخن گاہ ہم
 بیاتاہو بینی کہ چون می ہستم
 بیاتاتم عن خوش بنگری
 بیاد بیاد سیا و سیا
 بخوان چون بخوانی در حق بانگ

تین

(۱۶۳)

برہنہ نیتن بہ درد چشم - بندہ خدا کہ سیران را بہ خدا
 در نیم گفت کلام از بہایت نامش - سرش بچہ و باز گرداندا
 نیم نسبت بخ نیستہ دیدم بر گرد و گاہ گل - بر سر آید کہ بودش در میان گل تھا

(۱۶۵)

رباعی

ام اب دہلا ہم نہ گیرند اس قوم - دین از ہم ہارای پذیرند اس قوم
 از رو از باور باور کورند - اسراں امیر اس قوم

(۱۶۷)

قریبات قیاریہ

اس نے جو کہ ہم نہ ہنگامہ تکم - چون خرمینک
 لہذا ہم سہ دگر گاتہ درالی - تا اسراں امیر اس قوم

رسید ، ناچار رقعہ موسومہ مولوی سراج الدین احمد صاحب در نور و عقیقہ فرستاد
تشریح آن پہ جناب رقم زدہم ، دکھا رہا امور بہ تقدیم احکام جناب ساقی ختم
فقط ۔۔ رقعہ بنام مولوی صاحب پر اسے آنست کہ کما رتخانہ مرزا اکبر بیگ
صاحب نئی دانہ

— (۳) —

جناب رات انتساب مخدومی و مطاعی مرزا احمد بیگ خاں صاحب
دام بخندہ۔

مخدوم من ، شب شادی نور چشم محمد علی خاں اتفاق آن افتاد کہ چون
نیچے از شب سپری گشت ، بہ خانہ خود پیش آمدم ، لیکن چون خود را همان نمی شمر دم ،
و تکلف در میان نہ بود ، بہ توذیع نہ پرداختم ، دہے خبر برجاستم ، بل کہ مخدومی جناب
ابراہیم خاں صاحب خبر دارند ۔ با بجلد آن دو پاس شب در غنودن بسر بردہ نگاه
بر خاستم ، دہے ہو گئی رفتم ۔ دور و دور و شب در آن جا آرمیدہ ، دیر و ز کہ دو شنبہ
بود ، آخر روز بہ کاشانہ باز آمدم ۔ مخدومی ذواب علی اکبر خاں سلام گفتہ اند ،
و تمہنیت رسانیدہ اند ۔ این بود اخبار آرا گہاوشون کہ گفتہ شد ۔

ایہ وار آنم کہ از صحت و عافیت مزاج خود در صاحبزادہ آگہی بخشند ۔
نیازست دین ۔ اسد اللہ

— (۴) —

جناب فیضیہ آب حضرت مرزا احمد بیگ خاں صاحب دام اشفاقہ ۔
عالی بہا گہ بہ سیرہ خواجہ فیض الدین حیدر صاحب می رسد ، امید کہ در نور در تمام
جناب بہ چنانگی سورہ الہ شود ۔ ملقمس آن کہ عربی سے از راہ دور یہ آن کہ تو فرستید
بہ میان نیست ، مہربانی نامہ فرستاد ، ست ، اگر جواب تو اہد رسید ۔ بر بے دانگی
راتم گمان خواہد کرد ۔ چنانکہ من آن ہی خواہم کہ جناب خاص از بر اسے این مکتوب
کتابتہ سراج نامہ ۱۰۵۰ ، روال فرمایند کہ ذلت بہین خواہہ بود ۔ زیادہ نیاز ۔ اسد اللہ

— (۵) —

بین عذابت مخدومی و مطاعی دلاوی جناب مرزا احمد بیگ خاں صاحب

دام لطف، مقرون باد۔ یہ عرصہ عرض می رساںد، امر و نہ وقت کہ می بایست نخست بہ دفتر خانہ رسیدہ، و از آن جا بہ بارگاہ رفتہ، شرف ملازمت جناب لارڈ (گذا) صاحب ہم رساںد شد۔ امر و نیز چون روز گذشتہ بہ پاس خاطر جناب مرزا افضل بیگ صاحب و حضرت مولی سراج الدین احمد صاحب ہم دریں مجال اتفاق زہیت افتادہ است۔ انشاء اللہ تعالیٰ فردا تا نیمہ روز کلئہ اجران خویش رسیدہ خواهد شد۔

و دشالہ برائے محفل کہ رقعہ اش رسیدہ است، داشتہ شد و دستاں چون حاجت یدان نبود، بہ خدمت فرستادہ آمد۔ زیادہ جز تسلیم چه برنگزارد۔ محمد اسد اللہ۔

نیت: (۶) نیت

خدمت مولی کرمی جناب مرزا صاحب مکرم مناقب زاو عنایتہ، سخنی لطیف بہ خاطر رسیدہ است، می خواستم کہ بہ خدمت رسیدہ، بہ معیت جناب بہ دولت خاں راو صاحب دالامناقب راوشاید راو صاحب حاضر شوم، لیکن تا آن حال غیر شوق نگردید، کہ خلوتے چنان کہ بایہ دریں ہر دو بیابیسرتہ فرابہ آمد، لہذا سہرونی می دارد کہ رستہ ہذا را بہ خدمت راو صاحب رساںد، و جناب دشان را از استمدعانے من آگاہانیدہ، تو اہ آن روز شواہ اولی شنب جناب سامی راو صاحب بہ کلئہ اجران را تم قدم رنجہ فرمایند۔ دریں باب تعاقب بہ میان نیاید۔ زیادہ جز نیت زچہ گزارد۔ عاصی اسد اللہ۔

نیت: (۷) نیت

خدمت مولی عاواہ امجدہ، حال تہذیب بزم طلبہ ہندوستانی نہ گشتہ، امید کہ از کیفیت زمان و مکان بیآگاہانند۔ دیر وقت تہذیب خودی ذاب علی اکبر خاں کہ دوا صید ناز شہاسہ اوست، از ہر گلی رسیدہ است، بیاباندہ در برابرے عیادت طلبیدہ اند۔ می خواہم کہ روم، دہشتہ در آن جا باشم۔ چنانکہ از براسے آن می پرسم کہ اگر چہار شنبہ حال کہ میں از پنج روز می آید، روز انعام انجمن قرار یافتہ باشد، در رفتہ، درنگ کہ کنم، و بیدار شنبہ روم۔ و اگر محفل اولی در ماہ رمضان

مولوی صاحب نے مدوح چیمپا فرمائید، دایاں قدر ہم موقوفہ برصغیر سے بنناہست، اگر
 بہ خاطر بگڑنے نہ ہاوردتے۔ مع 'صلاح ماہمہ آفس'، 'صلاح شناست'، زیادہ نیاز۔
 اسد اللہ۔

..... (۱۰)

قبول من، دو شالہ کسینز کہ پیریشپ، از ملازمان آدرہ بودم، اینک بہ دست
 کھار می رسد، رسیدہ باد۔ دیکھ، تیان نامہ موسومہ جناب فیض الدین حیدر صاحب
 سلمہم اللہ تعالیٰ مرسل است، بہ توتہ ملازمے از ملازمان جناب سماعی از نظر کتولہ
 گزشتہ باد و دیگر آن کہ وعدہ داشتیم کہ ہر گاہ بہ بلا سے نزلہ و زکام مبتلا خواہم شد،
 چاشنی گیر مذاق پرخشاکہ بالفعل بہ برش معروف است، خواہم شد، اینک آن نزلہ
 و آن زکام۔ آمید کہ بہ قدریک اولہ از آن مرکب عنایت شود، تا دوسرہ روز بہ آکل آن
 مبادرت نماید۔ زیادہ نیاز۔ اسد اللہ،

..... (۱۱)

والاقدرا، اوراق جام جہاں نما رسید، مدعاہ علیہ حال صاحب رزیٹ نڈ
 (کذا) وپلی رسیدنے بود، معلوم شد کہ ہنوز در اورست، اگر از آن جایہ جانب جھے پو
 وجود ہبہور رفت، در از پایہ تا معاودت نماید، و اگر از آن جایہ برگردد، ہر آئینہ زود تر
 درستی کار مقصود است۔ بالجمہ آں اوراق را دیدہ، ہم چنان بہ حال نوازش نامہ
 سپردہ شد۔ دو شالہ نیز بہ دست دے فرستادہ آمد، خواہد رسید۔ زیادہ نیاز۔
 چہ تماشاست کہ اجزائے کلی رعنائے مرا بہ یاد آمد، دنہ جناب فرستادند،
 و اینک نیز بہ تحریر عریفہ ہذا بہ خاطر گذشت۔ اسد اللہ۔

..... ۱۲

قبول ہا پارت، چوں رفتن جناب بہ راہ گنگا گانوا (کذا) اتفاق نیفتاد، و دنام
 کہ جناب را استنباط دیوان فقیر پیش از پیش است، ناچار التجاہ توآب صاحب قبلہ
 و کعبہ مبارک را از اولہ توآب، حسام الدین تیرخان بہادر کرم، و دیوانسے کہ جناب مدوح
 بر اسے خود بہ شوق تمام قولیہ سائیدہ بودند، بہ گہائی طلبیدم۔ نیز دتعالیٰ توآب صاحب
 را سلامت دار دکہ بطلان ذوق خود روا داشتہ، آں اجزا بہ من بخشیدند، چنان کہ

اُن اجزاء بہ خدمت فرستادہ ہی شود۔ بہ احتیاط نگاہ باید داشت و بہ حیدرآباد رسیدیا
جلد این اجزا مرتب باید ساخت۔ زیادہ نیاز۔ اسد اللہ۔

تہت (۱۳) تہت

عالی جناب، دام لطفہ، کھار بہ فریقہ عبودیت نامہ بہ خدمت می رسد، اہم
کہ بہ رحم علی بقرمانیہ کہ دستار از دستار بندہ کھار و جبہ دست فرزد از کھار بہ دستار
بدر ہند۔ زیادہ نیاز اسد اللہ۔ اسد اللہ۔

تہت (۱۴) تہت

جناب عالی۔ چون امر و زور بندہ ذابہم آوردن فرمائش ملازمان ماندہ ام،
اگر بہ خدمت نہ رسیدیم، ہم از حاضرانم۔ امید کہ اجزائے مطالب، آداب ستید
عالم علی خاں صاحب رقم کیند و بہ من فرسید۔ بہ شرط بقاسم حیات فردا ہنگام نیم روز
بہ خدمت می رسم۔ زیادہ نیاز۔ اسد اللہ۔

تہت (۱۵) تہت

خواجہ جمیل المناقب، رفیع الشان، مخدوم و مطالع بندہ، جناب خواجہ
محمد حسن صاحب زاد مجددہ۔ قبلہ من، ہر چند مطلبی کہ زبان گہر نشان بہ گوشم
دمیدہ است، بدان نیز کہ نامہ را بدان تو ان آراست و سخن را در شرح آن دراز
تو ان کرد، و عبارت رنگین کردن و نہ ہلے مزہ استوار است در عبارت صرف ساق
از مطلب بازماندن و کتب الیہ را در بیچ و تاب انداختن است، لیکن اگر فرماں بجا
نیارم، خاطر خاطر نہال گردد، بہ ہر حال سفری چند سادہ و ہزار رقم می گردد و ہولند
”پیش ازین دو قطعہ عرضہ است از لکنؤ (کذا) سیکہ بہ فرزد و در آن دیار“
و دیکہ حسین روانگی از آن مہورہ بہ حضور مکرمت ظہر ارسال یافته، اغلب کہ بہ نظر بریت
”اثر گشتہ اشارہ کہ الف مند رہ گشتہ باشد۔ بالجلد جو دیت کیش بہ رہ نسا“
”اقبال خدا نیگانی بہ استقبال دولہائے سستقلہ بہ روز الخلافت شاہ جہاں آباد“
رسیدہ، از ریخ سفر ڈاک آرمیدہ، در سندہ آفت نہ مانا و بہ ک سفر تہت
”دادہ، نہ گراسے منزل مقصود فرود، و از عالم نیکو بندگی و بہوا خواہی آن چو
و کتبون تعمیر فدویت ہزار۔“

”پر اور صاحب قبلہ خواجہ فخر اللہ صاحب حالی راسنے عالم آرا سے خواہد گروید نہ یاد“
 ”سید ادب - نیر و ایت و اقبال از مشرق جاہ و جلال بہ فرد پش جاوید تا بندہ“
 ”دور خشنده باد - فتم۔“

مد اللہ محکمہ عرض می کہ اگر مطلب مختصر است، و صرف مختصر را طول بے جا
 دادن از عیوب عبارتست. اما در افواش القاب پر اور صاحب خود اختیار دارند،
 اگر یک دو لفظ سیفرا نیند، زیاده ندارد۔ والسلام والا کرام۔

سنت (۱۶) سنت

یا اسد اللہ الغالب یہ والا خدمت رفعت درجیت خواجہ صاحب جمیل القاب
 عظیم الشان، مخدوم و مطایع نیاز سندان جناب خواجہ فخر اللہ صاحب زاد مجدہ و علاوہ،
 منظور و مقبول باد۔ قبلہ حاجات، در آغاز نامہ دو سب را بہ گمراں مایگی ستودن با وجود
 افسانہ گوئی بودن است، این زہر زہہ بہ سخن سازان مبارک و در نور و نگارشن
 سرگذشت حرف شوق بنشستن نقاب پر روئے شاہد راز فرہوشتن است، این
 شیوہ پر پردہ طرازان ارزانی۔ گزین روئے کہ نامہ نگاری را شاید آفت کینشتن
 از گفتن آن مایہ دور تر نہ رود کہ سراپاں پر دور شسته با ہم و گرنہ توان تافت و نقش یکے
 در آئینہ و گیگ سے توان یافت۔ با بچلہ بہ جرم این کہ دیدہ بر آئینہ دار بسلوہ شاہد
 امدقا خواستے چہ روز ہاے سیاہ کہ نہ دیدستم و با دافرہ این کہ نچہ بر اشانہ نہ نصی
 لیلایہ مراد نقش بستے چہ بلا کہ از دہر نہ کشیدستم۔ از بیدار سلطت عد نالان دینہ
 بروم تیغ مالان بہ کلکتہ رفتن و عمر سے در از دران مینو کہ ہ فراخ در کشاکش بیم و امید
 دل شک زیتن و انگاہ چوں دعاے مستجاب برگردین وجود بلائے نماندہ و
 دپاسے ناگمان بہ وطن رسیدن، آمیزش حکوتم ستم پیشہ بادشمن و گمشدن بہ بر شتہ
 کار از دست و رسیدن بہ آنگونہ تریب بر ستم و قزو رفتن بیا ریزہ در پائے و مردان
 مستر اندر و استر انگاہ بہ مرگ ناگمان در آغاز از روی رفتن مولوی محمد حسن از میان
 در ہنگام پایان انظلم و عارض گشتن این پندیا اعتراض نہ تہ بہ جو بہر صحت حال و ابی گشتن
 کار ہا در کشاکش امواج طوفان این گونہ حوادث اگر خواستے بر استیفا بہ گوارے
 و سرا سر زہنہ دار سے بہ حد صفحہ گمراں نہ دیدہ، و بہ ہنر نامہ انجام گمراے نہ گمرد۔

مخدومی خواہر محمد حسن صاحب تیرگی روز سیما نامہ نگار ویدہ اند، وغیرت من در وطن
 تماشا کردہ اند۔ دل از آئینش بے وفا یابن فرنگ۔ ہم نیر آدہ دردان از اختلاف این
 تباری دردان شید رنگ آزرده۔ حالیا بر آں سرنگہ گنگہ از جاہ مند ان بندہ
 بہمن پر داد و بہ ہنجا بر اندازہ نگاہ داری دقانونی پایہ شناسی مرا بہ سوسے خود خواہد،
 دل بہ بیجا کب طرہ دل آویزگر درش بندے در شین، غریب سائے دیار قہر و آلائش کشیدہ
 در نہ ظنہ رانہ از سر این تیرہ خاکدان بر خیزے، دگر، جہاں گدے دے دسر اسیر آفات
 پیما کیے۔ دل بہ لون آفتش کہ ہاسے یزدے کشد ویدہ تماشا۔ سے در خانان۔ سے شیراز
 سے جوید، چنان کہ شو تم دریں پر وہ بدیں آہنگ فرادان روزہ یادار دے
 غالب از ہندوستان بگریز صحت منبت قسمت در نجف من خوش است و در صفایاں زمین
 سطرے چند بہ صنعت تعطیل از رگ کلب فروزا ویدہ۔ دل از پیرس ناکی شید جہوہ ای
 آرزو دگر ویدہ است کہ عنوان این ورق بہ لعلہ نگاہ معنی القاب سید عالم دقبلا این
 عالم خادستان گردو۔ اگر اند کز کلب مد طول زمان فراق حروب و فغان صفحہ خاطر
 نہ سترده، و در صراستقا خاکسار یہاںے غالب مستہام انریا، زبیر وہ باشد
 ہمت دریغ نباید داشت۔ والسلام مالا کرام۔ از امر الدنیا گشتہ دسیم
 رمضان سنہ ۱۲۴۸ ہجری۔

(۱۷)

قبلہ من، عنایت نامہ برسیا، و حال حال گوردید۔ بندہ۔ اور طعام امر وہ
 دو عدد و صرک است :۔ سیکے این کہ بہ شب برادرت۔ اکل غذا فی کفتم بہر گز،
 امر در روز یک شبینہ است، از اکل لحم اجتناب دارم، و اگر چنین بودے
 بر طرف مانڈہ خوشتم، و استخوان ریزہ دیکھا ہے جو خوردم۔ امید کہ بہر برادرت
 اعاف دارند، مگر براسے بندہ قدر سے از اولش ذکر ان نگاہا وند۔ ذوابہ وقت
 صبح پندست رسیدہ، و پیر خوردہ رہا، من شواہم نہ دیدہ، یا نہ بہ زورق
 خواہم نشست، و روانہ خواہم شہ۔ امر و انانتان موز پوزا نور اسان بندہ
 مولانا امیر الحاج الدین امیر صاحب امیر صاحب

(۱۸)

بجز سنی از دستک و دارہ سیران صبر (۱۸) سنی از دستک و دارہ

مہر مجتہم دلطف مصدقہ سلامت پہانا کہ بہ اشراق ضمیر قرار سیدہ اند
کہ فلانی را شکوہ استغنا و قرد قرار است و اندر بے مہری داستان داستان
ازیں جاست کہ نامہ فرستادہ اند، و نوید خوش دلی دادہ۔ مانیز لب ار شکوہ
فرد بستہ ایم، و ذہباں بہ ستائیش مہربانی گشت۔ و۔ نرسندی خاکساران کو
محبت و وابستہ بہ صفی نیم نگاہیست و شادمانی و ارسنگان عالم الفت بہ بند
پیش گاہ گاہ ہے۔ کہ کوی جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب یہ ہم زبانی
مشفق آغا محمد حسین فیصلہ در استغنا و قردم تو دلچ از جناب جناب تجویل سامعہ فرمودہ اند
حق خدا کہ در قرد ہر گونہ گذارش دل را بدای نراند ہم آواز یافتہ ام چہ نیک داشته
ام کہ تنہا قلبی بہ عمد روندہ نمودہ، و صدراع مانع و داع بود، بل کہ درین داورى معاد
با خوشیتم کہ پرفراست از کف دادہ، و وقت و دار و دنیا فتم۔ کاش دوستی
در ہما نگر نگہ داشتیم، تا کہیل۔ بیہ زبانی ہا ی مہر کردیدی، و از جانب من بساط
پوزش گسترہ۔ چہ خوش ہا۔ شد کہ ہم مریہ کسی ہا ی من فرمائید، و ہم ترد
از جانب من مذرت، تو راہ خوشیتم با سستہ۔ السلام والا کرام۔ فقط
محمد اسد اللہ ۲ از رمضان

۔ ۔ ۔ (۱۹) ۔ ۔ ۔

مخدوم من سلامت، ہفتہ جاست کہ چشم از دیدن ہر گوش از شنیدن
مخدوم است۔ پوشیدہ نماد کہ جناب مولانا سراج الدین اندر مظلہ الحالی جنگ
بہ و امن است۔ اود روزہ، مرا انو لیش، در ہفتہ جاست ہر ہا لای بردہ بودند۔
گما نما داشتیم کہ جناب مخدومی نیز بہ تقریب سیر و تماشا آمدہ باشند۔ ہر چند
من و مولانا درین آرزو بودہ ایمہ خلق از ہم شکستیم، از گھر در راہ ملا زمان شروع
نیا فتم۔ با لیلہ غنوی از و اند گہا ی خوشی و رعنا ہم کہ چرا بہ خدمت نرسیدیم، و ہم چنان
پارہ از خانہ و استغنا و جناب در صد ہزار گونہ پیچہ و تاجم کہ درین دہ روزہ ہفتہ جاست
تو کہند کہ فلانی را چہ پیش آمد و گجا رفت۔ بہ ہر رنگ سلامت با سستہ و در ہا نماد۔ فقط اسد اللہ۔

۔ ۔ ۔ (۲۰) ۔ ۔ ۔

مخدوم و مطاہ من سلامت۔ اہر و زکما در یہ آب آوردن بہ لعل دلی

را باید کہ اگر فی نفس الامر در پی امری با سر شد، نمود در اینجا فارغ دلا بانی و انما ید
کہ کس از رازش آنگاه نگردد، کہ شکل شما صحت دلی و فارغش بالی گردد، کہ
با و صفت بی طبعی و آزادی خورد را در نظر مردم اخاذ و طعنا قرار دیند۔ مدعا انبساط
کہ بریں گره یعنی ہلکا گمان مصادقت مکنید، دریکہ از خود متوجس و از خصمان خود بیم ناک
انگارید۔ اگر عزم رسیدن این دیار دارید، نجوش با ستمید۔ ہر گاہ از خوابید آید،
بہ چشم خود نخواہید دید۔

از حال مخدوقی تو اب ہمدی علی حال خبرم نیدست۔ مہ ازین ہر اسکیگی
کہ از زمین و بیار در شکستہ بیم و خیرام گشتیدہ اند، جوانی نامہ نگاری نیاقتہ ۱۔
تو اب صاحب را کجا داغ یاد آوہ دن خاکسار انست۔ اسد انند۔ فقط

سنت (۶۳) بیت

شدکونہ بی پروائی از در من نگارید۔ کار پیش از آنست کہ بہ تفریب آید و بہ
تقریب گنجد، ناچار نیچہ بند را بہ جا نورد با ہر خدا سپردم۔ فقط۔

خسنت خیر و عافیت نور العین محمد علی طالع اللہ عمرہ بفرستہ کہ حال
بیارید و دل بیاساید، پس از آن رقعہ کہ در دست خود را سرتاسر بہ تالی بچونند و
سر اپا بر آن بگذرند و آنگاہ بر بیاضی خویش نقل کردہ، اصل کتب را از ہم بدوزند،
بہ آب و آتش دهند۔ زیادہ نیاز، فقط۔

سنت (۶۴) بیت

بنابہ ہر صاحب را از صاحب است و دشیم بچہ لطف و کرم را و عافیت۔ پس از
اعلان التزام شدہ تسلیم مودع این کہ مجرہ شرح کہ فرستادہ بودند، از نظر گشتاد
تا دیدہ بہ سواد آن بیاض آسشتا گشت، حیرتی چند روزی داد کہ توضیح آن، خود را افتادہ لیکن، از
آنجا کہ داغ ہنگامہ و عزم تحریر و ادوی نامہ نہ داریم، کشتہ خط کردہ ایم کہ درین صفحہ
بہ آرایش عبارت نہ گزاییم و مقصدی ہا بہ اختراعات نہ ستاییم، تا ہر کہ بہ ہمید بدانند
کہ ما التفات بہ جواب دردی در مقابلہ نداشتہ۔ فقط مفید در ان اوراق مردم دیدہ
کہ این مصرع

دیکھا ہشش ۱۔ در از ہما ہر شرکان ہر نمی آید

انشاء اللہ العظیم بہ روز یک شنبہ باہم دیگر ترویج بہ میان خواہد آمد۔ زیادہ نیاز۔ امید کہ از حال مرزا غلام حسین اطلاع بخشند، دیگر از روزانگی مکتوب ڈھاکہ بیاگاہانند۔ دیوان ظہوری علیہ الرحمۃ اغلب کہ بہ خواجہ مستقیم صاحب رسیدہ باشد۔ والسلام والا کرامہ فقط

۲۶ (۲۶) ۱۱۱۱

قبلاً من ، سپاس این ہمہ بہ بانی کہ پس از عمری بہ یادم آورده اید خبر بہ سپری کردن عمری توان کرد۔ دائم کہ از عمر اندک ماندہ است ، ہر آئینہ آن سپاس ، انگیزہ روزی آن تبلیغ نظر ہوں کردہ از کام و زبان بہ دردی گشتم و بہ مفرد دل و بیان جو محکم ، انکار اور از ، و بیاری کام و زبان او کرده شود۔ بے کسان را باہر دو ، اور ایہ نامہ سزاوار گنید ، یارب ویرہانند اندر دین ویرہان ہم بہ ان زبان بہ فرزندانی از بجز زبان (کذا) دعا رسیدہ باد۔ فقط

۲۶ (۲۶) ۱۱۱۱

تذیب بہ ناچار زبان تیرازت مباد و جو دنارکت آزرہ گونہ مباد
قبلاً کہ بہ ، راہی پند از این پیش قدسی صیغہ بہ توسیلاً حکیم صادق علی خان
بہ من رسیدہ است ، ہنوز پانچ نہ گذارہ دیوم کہ امروز چہارم ستمبر وندانم چند
ریح الاذی است نامہ از توجو تہیکہ ان ، مولوی سراج الدین احمد رسید ، بہ
انگشتانیا حال تا سازنی عراج بہار کن اندوہ نامک ساختہ۔ چوں ہم در آن دل کش
رقیہ طراز و رقم ، اشیتہ کا حال بہ سیر قبلاً صورت و نامہ بہ نیرت حکیم احمد علی پادہ
افاقو و امید فراخی دست ہم راہ است۔ واللہ کہ ہم بہ قدریکہ رفاقت مرا ہم اند
ہجوم الم فضاہ بود ، ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز
خواہد بود ، ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز

عزم انقلابیہ ہذا ، ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز
ہر چند و ، ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز

پہ غضب است ، واللہ دہلی شایبہ کی آن نروار کہ آزادہ و دروہی خاک کشیدی
تواند بود۔ خاص دعای این بقدری سبب آزار مردوزن این تیرہ یوم مردم خواب بر خاک
دارم کہ چون این دادری بہ پایاں رسد ، بہ بہانہ ازین شہر بہ آیم و کلمتہ را در یایم ۔
عزیز از جان دعا ی طول عمر و افزونی دولت مقرون باو ۔ فقہا

تیسرے (۲۸)

پشت پناہ بی کسی ہا یمن ، دلم بہ حال محمد علی خاں و پیراوش بخراست
امید کہ درین شب بار دوزخستی یافتہ باشند ، بہ فرستادن و درین حالتی جو چارہ در تنہ
دہند و از بیخ و تشویش نجات بخشند ۔ فقہا

تیسرے (۲۹)

نوازش نامہ ورود و آبروی نامہ کہ در یایم از دہلی بہ سلطان را روز
ثلثہ کالید دعوی ساختہ ، بہ احتیاط نگہ داشتند ام ۔ بہ خاطر آن کہ روز بروز خند
باید کرد ، و در محفل مشاعرہ آئیدہ بہ بانگ بلند باید خوانند ، تا اہل الجہنم بشنوند ، و بر سوا
معرض دیگران مایگی معرض برہمہ آشکارہ گردد ۔ دیگر از سیاسی عنایت جناب
تفقدات جناب مستطاب مرزا ابوالقاسم خاں صاحب چہ عرضہ دارم کہ از حوصلہ کا
و زمان بیش ۔ ناچار آن را حوالہ بہ دل و جان کردہ ام ۔ آداب و تسلیم و عرض سپاس از
جناب این تحقیر حق شناس بہ خدمت عرضہ دارند ۔ فقہا

تیسرے (۳۰)

امید گاہ بہ صحبت و پر دہہ گرداناز بر تعمیر حضرتانہ ۔ قاری علم بہ پیراہن ندرت
کہ مراد دل و دماغ کلیم ساز می باشند ۔ جناب پیراہن کہ نام آن علم تصدہ دریا ن بودہ
و بہ بیخو گویم از باب نفاذ و مدارا نیست ۔ انیس ظہیر کہ در کلامہ انیس انی تو نیم کہ
غالبہ شود ، یہ یال چند دیرا شد ، از نفاذ و مدارا نیست ۔ و در کلامہ انیس انی تو نیم کہ
دیشا از این عنایت جزا یں دو امر نیست ۔ یک اولی ۔ عرضہ دارم کہ پیراہن و دیگر
تر تو براندہ و خوبت من ۔ اگر آنست عاقل و خراشہ ، از نفاذ و مدارا نیست ۔ پناہ با و جزو ال
بجو مسافت ۔ در این غلبہ و نظایرہ و در حالت قیامت کہ در کلامہ انیس انی تو نیم کہ
پرداخت ۔ بہ اندیشہ ہا کردہ ۔ در ندرت ، اندکہ ۔ در کلامہ انیس انی تو نیم کہ

سنگہ سنج تيم، اما انہ انصافی فقہا چون گویم کہ شکایت نہ دارم۔ محنت برزبانہا فائدہ
 کہ فلافی قتل با اس سے زیادہ کو یہ عالمی برس شورید و انجن با من معارضی گردید۔ یکے
 را بہ روی من آوردند، مرا سید زین الدین دادی سخن شمر دند۔ چون دیدند کہ طرفی نہ بستیم
 در وقت باز آمد پیش، بر کون شکستیم، فراموش شدند، دین درخ را طرح داده،
 بساط شطرنج بر من کشید، وقت درخ را پاره ساختند، دمره مرا به شش در انداختند۔
 منت این در آن بد روز دوران و سرگرمی هر مشروط به سلیقه استغزری نیست، ازین
 عیدہ ام چه باک، دامن بی شکا۔ ام چه بدیال

و ادا دار شکا، که نکند از حق که ارا

اما چون پردانیم سو با به ال نقاب، در دانی تو بیما به نپشت گرمی محیط و لم اند
 ازین دادی بر آشنات و خاطر نما غم گوید، خود دید، جبین به خاک عجز نمودم نہ پذیرفتند،
 راه پوشش و اعتدال پیرویم مر جاسے نہ گفتند، به حیرتم کہ بزرگان انجن را کدام خدمت
 شایسته بجا آورم، در خیر سینه ندہ با کشم۔ این همه توانا بد دل است کہ بے خواست
 از لب و کام جز تراود، در تنگ از جلوه مدعا ندارد۔ آن کہ اینک محتاج به اظهار آغم
 این است کہ اخترش با سال را ظلمت است کہ تو گویند نظر عدالت سعود و چنداں ضرر
 ندارد، و نظر مردم نوس فقیر تر رساند به ظلم و جلال ذات اقدس الہی کہ شمارا
 نیلے پاکیزہ گوید، یک نام از ایم، در مرز افضل بیگ، اگر ازین نسبت اضافی کہ به نظر
 دارند، قلیح آرزو را، در انفسی و نیک نادمی شما دیگرانم، و ہمزاد می عرضا
 عداوت شما ایستہ از ملوہ من بر کانت ایہ، دیار تو دامن، حال آن کہ عداوت را پیہ گنجانی
 و خصوصت را پیہ من۔ در آنکہ علتی در بیانہ نیست، و عداوت، خود از اعراض است نہ
 جواہر۔ کہ، بلایان ازین شرار پر جاسوس۔ بسا بہ دیوار رفت ملازمان بستر افادگی
 بیار استون اتیان بستر ادا، در آنکہ، و امن اندیشہ محسوس پارہ۔ آزدگی شما
 چاہہ کرد انم زین، در بدین امر، و انام مسافت، اما ہم آفتست کہ اگر
 بدان طاقت نہ آید، ہم شدہ بہ جوار، نرا ہم کشید، و نادیدنیما کہ نہ خواہم دید۔
 حقا کہ آزار داند، اخترش ترا، ہمزاد من، ہر گاہ ایرا کلیہ ثابت شد، و ہمزاد
 ضمیر ہم دگر از کرم و غبار بیکانگی رفت و رو ب یافت، من از مدعا محسوس ہم دیدہ از

دانش کے الطباع کا قطعاً تاریخ بھی لکھا ہے۔ یوں کیا ستیاچ نے (ظہار سن میسوی) تشریح
 لان سے ان کی علمی صلاحیت کا پتا چل سکتا ہے۔ لطافت کا نقلی نسخہ جو میرے پاس ہے جناب
 پیدر پراگھن دہدی کا خطبہ اور مہرند نسوں کی نقل ہے۔

(۲) تاریخ کا سال تصنیف ۱۸۶۱ء ہے اور یہ مؤید کا جواب ہے مگر احمد کے بعض چند
 اعتراضات سے بحث کی ہے۔ یہ بھی تشکیکی نہیں۔ مزید یہ کہ کتاب میں مفرد مقامات پر
 مہر یا خلافت و اقتد بائیں کی میں انعامیں راستہ ۱۰۰۰۰ کا سال طبع ۱۲۸۲ھ ہے اور
 تق ۱۲۸۳ میں چھپی ہے، غالب نے احمد کو ایسا بتایا جو کہا ہے یہ صحیح نہیں۔ ظہار یہ کتاب
 اشاعت کے بہت بعد غالب کی نظر سے گزری اور وہ اسی بنا پر اسے تق سے مؤخر سمجھے، غالب نے
 کسی دوست سے اس کے بارے میں پوچھیں کر (۱۱ دھند ۳۲) اس کے مطالعے سے پہلے اپنا وہ
 مشہور قطعہ لکھا تھا جس کی ردیف کردہ است ہو (انعامیں غالب مستحکم) مگر غالب کا یہ قول
 کہ احمد قتل کے برسے معتقد ہیں مؤید سے ثابت نہیں۔ غالب کا ارادہ تھا کہ مؤید کا جواب دکھائے
 لکھو اس میں اگر کسی وجہ سے اس کی کوئی صورت نہ ملے (۱۱ دھند ۳۳) مؤید کے لیجے کے متعلق غالب
 کی شکایات مجاہدیں برہان کو ثابت کچھ ہی کیوں نہ کہا ہو، غالب کے ہم عصروں کو اس کا حق نہیں
 پہنچا کہ وہ ترکی بہ ترکی جواب دیں۔ مؤید بہترین کتاب ہے جو قاطع کے جواب میں لکھی گئی تھی،
 اگر اس کا بھرتل ہو تا اور جا بجا ہوں ہے جا سے ۷ مہ دیا جاتا اور بہتر ہوتی۔ احمد نے تیغ کے
 جواب میں شمشیر تیز تر خنجر کو، مگر اس کا چھاپا غالب کی ذنات کے بدل نام ہوا۔ اس کا لہجہ مؤید
 سے بہتر ہے۔ اپنی کتاب لغت آسمان سے انہوں نے غالب کے متعلق یہ رائے اسی ہے :-

"قوت، طبع و قدرت صحیح تر ہی ظہار، نیز آ اور اسلم است بل کہ بیشتر نثر اولی رہا تر" احمد نے
 اور کتابیں بھی تصنیف کی ہیں اور مستند کتابوں کی تصحیح کی ہے۔ نثران نے ان کا ترجمہ یوں سپرد
 فلم کیا ہے: "احمد خلس آغا احمدانی مرحوم جو کس ذرا سی بہرہ در سہ عالیہ کلکتہ خلف آغا
 شجاعت علی با شند، آھا کہ ابن مابوہ العسل خوش نویس کہ از دست علامہ (ان خود و ڈاؤ) کہ
 مشہور شدہ بود۔ شاگرد . . . ضیعف۔ بیان فارسی را بگوئے دانست۔ در علم عروض و قوافی

سہ سورہ آندون چہ را بہم کہ بہم خانانی کہا ہے: مؤید کی رائے کا ہم است اور ابھی کی جگہ را بہم
 نا باسی کہ اس میں لکھا کہ کہا ہے۔

دست نگاہ ہے معقول داشت - حیثاً شاعر کی گفت - چند شعرا فارسی دار در از نظرم نیز گرد آید و پڑھ
در عین شباب در ... سنہ یک ہزار و دہد و نواد ہجری در کلمتہ لغات یافتہ (تذکرہ)
نسخ لے ڈاؤن جن آغا احمد سے تاریخ نکالی ہے - (تذکرہ) - ۱۲۹۰ھ میں جب میں شریا
تھا تو ۱۲۴۳ھ میں قبیل کی حمایت میں غالب کے خلاف ہنگامہ آرائی کرنا جیسا کہ غالب
(۱۲۵۵ھ) میں مذکور ہے 'قطعاً ناممکن ہے - یہ بھی واضح رہے کہ خود نسخ کا سال ولادت
۱۲۴۹ھ ہے (شعب) -

مرزا اسیم بیگ رحیم کے متعلق خود مہبائی نے لکھا ہے کہ مہبائی سے تفصیل کتب یا
اصلاح شعر کا اتفاق نہیں ہوا، لیکن اپنے بعض رسائل پر اصلاح لی اور اس کے علاوہ کلمتہ
سے بہت سے فوائد علمی حاصل کیے - (گلستان) - رحیم کا قول ہے کہ "رحیم تحقیق لغات و کلمات
از غم خانہ فیض مہبائی خوردہ" (رسالہ) ساطع بردان کا سال طبع ۱۲۸۲ھ ہے - رحیم نے سعادت
کی طرح محض چند اعتراضات سے بحث نہیں کی، کُل یا تقریباً کُل اعتراضات کے جواب دیے ہیں
اس کا اہم عموماً طنز یہ ہے، کبھی غالب کو تمہیداً سا سانس ششم کہتا ہے، کبھی یہ کہتا ہے کہ
ایسے اعتراض میرا سا کور ہو کرے تو کرے غالب کے لئے زیبا نہیں، مگر کہیں کہیں کلمتہ
یہ بھی کہتا ہے کہ غالب سے تھا بقیہ وقت ہے - اس شخص نے بھارت سے محرومی کے باوجود
کس طرح قاطع کا جواب لکھا حیرت انگیز ہے - غالب کا یہ بیان کہ سیاح نے رحیم کے بشیر خواجہ
کو لطائف میں رد کر دیا ہے (اردو صفحہ ۲۳) بالکل ضلالت و تقویہ ہے - غالب نے نامزد غالب میں
محض چند امور سے بحث کی ہے، اس سے ساطع کا رد صحیح متعین نہیں کیا جا سکتا، رحیم فارسی
اردو دونوں کا شاعر ہے اور اس کا کلام مذکوروں میں ملتا ہے - تذکرہ میں ان کی ہونے کا
ذکر نہیں -

امین الدین امین دہلوی مصنف قاطع القاطع مخلصی کے تراکد تھے - گلستان میں
کہ "علوم متعارفہ کو نہایت تدقیق کے ساتھ ... تفصیل کیا، اور پائے تحقیق کو عرش افکار تک پہنچا
... اشعار فارسی نہایت مسانت سے کہتے ہیں - علم مجسم ... ان کے لب کو کبھی جسم سے
خالی ہیں پاپائے حق کا ذکر محرق میں ہے یہ سعادت اور امین کے ذاتی تعلقات پر مشتمل ہے
تین میں (۱۲۵۵ھ) غالب نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ مزید کے مصارف بیع سعادت نے اس کے ہونے
یہ خلاف تیاں ہے، لیکن، یہ بخوبی ممکن ہے کہ حق سعادت نے اپنے خرچ سے چھپائی ہو، ان

لہجہ بہت خراب ہے۔ سخت سست تو کہا ہی ہے۔ فحش کالمیں بھی دی ہیں، میرا گمان ہے کہ
 امین نے صرف برہان نہیں، سعادت کا بھی انتقام لیا ہے۔ غالب کو بدزمانی کا پھیل اچھا نہیں
 ملا یعنی سید عباس مرحوم نے انھیں ٹھیک لکھا تھا کہ ظرافت نہ کرنی تھی۔ تیغ کے انظاریہ کے
 بعد غالب نے امین پر ازاد حیثیت عرفی کا مقدمہ چلایا، جس کی رد داد رسالہ اردو میں
 شایع ہو چکی ہے۔ امین کے جرم میں کچھ شبہ نہ تھا، لیکن کسی مولویوں نے غالب کے خلاف
 جھوٹی گواہی دی، اور غالب کے وکیل نے بھی کسی صلاحیت کا ثبوت نہ دیا، کامیابی کی امید
 نہ رہی تو آخر کار انھوں نے راضی نامہ داخل کر دیا (زیادہ کارہٹ)۔ امین نے سب دشمن ہی
 پر قناعت نہیں کی، اپنے دعویٰ کی فرضی سندیں بھی بے تکلف پیش کی ہیں۔ جس وقت ان کا
 ترجمہ تذکرہ تراخ میں لکھا گیا ہے ظاہر اندہ تھے۔ اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ،
 شاید سعدی کے یہاں ملتا ہے، لیکن باب الاباب عرفی جلد ۱۷ پر یہ قطعہ موجود ہے۔
 نام کی حکیمہ پر نقطے ہیں :-

ذکر بسانیم باز بردوزیم دامنے کز فراق چاک شد دست
 ورنہ نسیم مڈر با پستدیم لے بسا آرزو کہ خاک شد دست

(۳) استغاثہ تیغ کے آخر میں ہے اور اس کا عنوان اللہ اکبر ہے۔ تقریباً کل سوالوں کے بعد
 اور ہر جواب کے بعد محمد المدعو بہ مصطفیٰ امرتوم ہے۔ یہ نواب مصطفیٰ خاں شیعتہ شاگرد غالب ہیں۔
 ان کے موید میں سے بھی دو ضیاء الدین احمد خاں، تیرا در حالی غالب سے یہ نسبت رکھتے
 ہیں۔ سعادت علی خاں مشہور آدمی نہیں، رسالہ عید الکرم کے آخر میں جو استغاثہ اس کا جواب
 دینے والوں میں یہ بھی ہیں۔ تعجب ہے کہ غالب کو نہ یہ سوچھا کہ جب میں کل ہندوستانی نازکی
 دالوں کو خواہ وہ شاعر ہوں یا فرہنگ نگار نامعتبر قرار دے چکا ہوں تو ہندوستانیوں سے
 فیتہ لینے کے کیا معنی؟ اور نہ یہ بتاؤں کہ ذہن میں آئی کہ جو اصحاب خود میری غلامی دانی
 کے قائل نہیں رہے معتقدین دلائل مذکورہ کو کیا خاطر میں لاسکتی ہیں۔ تمہید کی عبارت عیوب سے
 مملو ہے۔ سوالوں کا جواب نارسی دالوں اور شاعروں سے طلب کرنا تھا۔ صاحبان قوتِ نااطفہ
 و قوتِ عاقلہ سے استغاثہ محل ہے۔ غالب نے اہل اللغین میں سے جو لغت صحیح ہو،
 لکھا ہے، احمد کی جگہ 'احمدی' چاہئے۔ 'احمدی اللغین' کے بعد میں سے نہیں آسکتا۔ اس لئے
 کہ صرف ایک لغت رہ گیا ہے۔ اگر احمدی اللغین کی جگہ 'الغین' بھی ہو تو بے محل ہوگا، اسلئے

کہ بعض سوالات کا ضمن لغت سے کوئی سروکار نہیں۔ مثلاً سوال ۱۷ اور بعض میں ایک ہی لغت سے یا کائنات کے متعلق استفسار دو میں سے ایک کو صحیح قرار دینے کا سوال نہیں۔ مثلاً سوال ۱۶ و ۱۷۔ غلط ساڑھ سپہ کا تباہ ہے عہد ساز، چاہئے۔ سوالات ان امور سے متعلق بھی ہیں جو احمد اور غالب کے درمیان ماہِ التزاع نہیں، تیغ موئیہ کا جواب ہے اس سے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

سوال ۱۸: اس سوال میں بڑا زیب نہیں ہے۔ فردوسی اور خاقانی شاعر ہیں۔ لیکر انھوں نے آراں داسدی کی طرح نثر میں اور شمس فخری کی طرح نظم میں فرہنگ نہیں لکھی، یہ دوسری بات ہے کہ ضرورت تھی کہ فردوسی سنا بعض ناموں اس لفظ کے معانی بتا دیئے ہیں مثلاً میوز۔ شاعر کو الفاظ کے استعمال کا خاص سلیقہ ہوتا ہے، لیکن یہ فردوسی نہیں کہ اس کی زبان دانی اس قسم کی ہو جیسی فرہنگ نگاروں کی ہوتی ہے۔

قطران قول شاعر میں ہے، اس کی فارسی دانی کی نسبت ناصر خسرو کی یہ رائے ہے۔ ”زبان فارسی نیگو بھی دانست... دیوان منجیک و دقیق... پیش میں بخواند و بر معنی کادرا کہ مشکل بود از من پرسید“ (سفر نامہ)۔ خسرو بلذیابہ شاعر ہیں، اصطلاح کا استحقاق جو انھوں نے بتایا ہے، کون تسلیم کر سکتا ہے؟ شعرا کے کلام کا مفہوم فرہنگوں سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔ بلکہ قدیم شعرا کے کلام کا مفہوم فرہنگوں کی طرف رجوع کئے بغیر اچھی طرح سمجھنا نہیں آسکتا۔ تمیاز سے ہر جگہ کام نہیں لیا جاسکتا۔ فرہنگ نگار کے مستند ہونے کا دار و مدار اس کے وطن پر نہیں اس کی تحقیقات پر ہے۔ بخوبی ممکن ہے کہ کسی خاص مسئلے کی تحقیق ہندوستانی ایرانیوں سے بہتر کریں، ایرانی خود ہندوستانی فرہنگ نگاروں کی سندیں بے تکلف پیش کرتے ہیں۔ لغات کے حوالی درکنار اشعار سے لغات کی حرکات و سکنات کا بھی ممکن علم بہت کم ہوتا ہے۔ بڑے نظیر کو جانے، بچے، دہ حرفی دور، حروارید اور آء باب کو بٹنا۔ اگر یہ طور تازہ نظم نہیں جو نئے نوزاد سے زیادہ جو علم ہو سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ رساکن ہے اور دستورک، اکی ترکہ کا کما، اسکا، طلقاً نہیں چلا سکتا۔ بطور قافیہ میں اور حرف و اصل سے مل کر رستہ، پوہانے تو

سے قطران ہ فارسی بس میں منجیک اور دقیق کا کلام ہے زیادہ، باب ۱۸۔

غالب نے قاطع میں دعویٰ کیا تھا کہ جو لوگ سعدی کے شعر کی سند پر گرفت کی راہ کو سنبھال کر لیتے ہیں، غلطی پر ہیں۔ فردوسی شاہ نامہ میں سوچو کہ گرفت کو خفت و گرفت کا قافیہ اور ہزار جگہ شگفتہ کا قافیہ لایا ہے۔ لیکن وہ ایک جگہ اسے زنت کا قافیہ لایا ہے اور خاقانی نے کہا ہے:-

’فخریش توراہ پیادہ زنت ہرغاشیہ تو بر گرفت‘

صحیح یہی ہے اور جگہ ’تغایر حرکت ماقبل ردی‘ ہے۔ اگر کوئی شخص فتحہ راکی سند میں تو شعر میں لے دیتے ہیں، انہیں بھی اس فعل سے تھوڑا کرے، تو اسے تحقیق سے بہرہ نہیں اور میں اس سے یقینتاً نہیں کرتا۔ سعدی کا شعر جس کا ذکر آیا ہے یہ ہے:-
 ’تنبیہم کفائل دست بر لب گرفت کہ سعدی ہزارانچہ دین شگفتہ اتنا طبع شگفتہ۔ یہ تو تغایر جگہ‘ البتہ اس سے اختلاف نہیں کرتے کہ شگفتہ کا کان نکسور ہے اور زاد یہ ہرزہ دیتے کہ سعدی کی سند وہی غلط ہے۔ اس سے گرفت کی راہ فتح ثابت ہوتا ہے اس سے اختلاف نہیں تو یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ فردوسی نے ہزار بار اس طرح استعجال کیا ہو گئے ان شکوہ سازوں کو اس کے مقابلے میں بہت کم اس کی زبان پر یہ کیوں تو بیجا نہ دیا جائے اور اگر فردوسی ہزار بار ایک طرح اور سو بار ایک طرح ’تغایر حرکت ماقبل ردی‘ کا ارتکاب کر چکا ہے تو یہ کیوں ناممکن سمجھا جائے کہ زنت اور گرفت کے قافیہ میں یہب ہے۔

’تغایر حرکت ماقبل ردی‘ کے الفاظ کے (استعجال سے یہ ظاہر ہے کہ غالب نے گرفت کو ردی قرار دیتے ہیں۔ حال اُن کہ ردی سہ ہے۔ یہ کہنے کی حاجت نہیں کہ ردی قافیہ کے اتنی گرفت اصلی یا اس کے تمام مقام کو کہتے ہیں۔ خاقانی کا شعر راکی کسی خاص حرکت کے ثبوت میں وہی شخص پیش کر سکتا ہے جو فن قافیہ سے بالکل ناواقف ہو کر گرفت میں تہ ردی ہے جو جوت وہل اسے تختہ سفلی سے لے کر حرکت کر گئی ہے۔ اس صورت میں ردی حرکت قافیہ میں جمالی نہیں، وہ مقوم امضیہ ہے کہ سب ہو سکتی ہے۔ ان باتوں کو اہل علم نے مزید (دیکھنا) چھی طرح سمجھا دیا تھا اور ان سے وہی بات کہی ہے جیسا کہ پہلے جہر کا اتفاق ہے۔ لیکن غالب نے اس میں پھر یہی بنے سوا کر لیا ہے۔ ’مولوی‘

لے اسکی حقیقت محقق پر ملاحظہ ہو۔ لے شعر سے صاحب ’تغایر‘ حوی جامی نے لے لے سکا ہے اسکی سہ

لکھتا ہے گرفتن بکسر تہی ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا رشتن بھی بکسرہ اول ہے؟ اس کے بعد فردوسی اور خاقانی کے وہی شعر دیئے ہیں جو قاطع میں ہیں اور جو از اختلاب حرکت ماقبل ردی سے قرما کے دیوان بھرے ہوئے ہیں۔ خصوصاً فقہ و لیس فیامین میں فخر گرجانی نے قید حرکات ثلثۃ اٹھوا دی ہے۔ گشتہ رگشتہ قافیہ "۱۹۔ گشتہ رگشتہ کے قرانی کو غالب کے سوا کسی نے غلط نہیں کہا۔ (اس سلسلے میں تیغ صلا اور اردو فقہ بھی ملاحظہ ہو غالب کا یہ کہنا بھی غلط نہیں کہ گرفت کی رافعہ صوح ہے۔ سرزدی کا شانی لکھا ہے۔) شگفت بکسر کات نازی عجوب باشد۔ بستان؛ کیے خردہ بر شاہ عزیز نہیں گرفت کہ حسنے ندارد ایا زلسے شگفت، ۱۷۵۔ سرزدی کے نزدیک گرفت کی رگسور نہ ہوتی تو وہ اس شعر کو شگفت کے کسور الکاف ہونے کی مستند میں نہلاتا۔ آخر میں اس نے یہ اضافہ کیا ہے کہ "بلغت و تقم کاف نیز آمدہ" لیکن ظاہر ہے مراد ہر زبان سے متعلق نہیں اس کی بنا دہ اشعار میں جس میں شگفت ایسے الفاظ کا قافیہ آیا ہے جن میں ان سے پہلے کاف ہونے سے متعلق یا مضموم ہے۔ جہاں نگیری میں حرف کسور الکاف ہے اور لفظی کا شعر مستہ میں دیا ہے جس میں شگفت کا قافیہ گرفت نظم ہوا ہے۔ فرہنگ توبہا راجدہ میں جس کی حاجت محمد علی تیسری خیابانی ہیں۔ شگفتن = تعجب بکسر اول و ثانی مندرج ہے اور گرفتہ کا وزن فرشتہ تریا ہے۔ شعرا سے ایران کے کلام میں گرفت بہ کثرت شگفت کا قافیہ آیا ہے میں دو مثالوں پر اکتفا کر دوں گا۔

آخر الام قاعدے گرفت نامہ نظم داد دتیک شگفت۔ اور ہی ضلالت
 ہتی دست و پیل خیل مال گرفت نگر تا جہاں را چگونہ گرفت۔ صاحب باز تیرانی لفظاً
 بدردہ ۲۵۱۵۔ اس کتاب میں اس شاعر کے دو اور شعر ہیں جن میں یہ قافیہ آئے ہیں۔
 سوال ۲۔ پیدائش و زیالیش کے متعلق غالب صرف یہ کہنا کافی سمجھے تو

۱۔ انجمن آرائے ناصری میں شگفت کو کسور الکاف لکھا ہے اور آخر میں وہی عبارت ہے جو سرزدی نے فقہ و لیس میں لکھا ہے۔ ہر سے جس تحریر کی ہے۔ فقہ کاف کی مثال میں سرخانی اور کاف کی مثال میں سعدی کا شعر پیش کیا ہے۔ ابو قمر الدین میں نظم فقہ کاف قافیہ ہے۔ اس سے فقہ کاف کا ثبوت نہیں مل سکتا۔ فن قافیہ سے انجمن آرا کا مصنف بھی ناواقف معلوم ہوتا ہے۔

کہ ان کا صحیح ہونا 'نظائر کا حاجت مند نہیں' لیکن جو ان کو ناعدہ آن کا مخالف ہے، ایرانیوں کی لکھی ہوئی 'نفرنگوں' یا ان کے ادب سے ان کے استعمال کی سند پیش کرنی تھی۔ پیدائش محض کے دوران درمطرحہ و مخطوطہ م میں ایک جگہ ملتا ہے مگر ایور قافیہ نہیں، جناب ڈاکٹر عنذاریب شادانی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ ابو الفضل کے یہاں کسی جگہ آیا ہے۔ آج کل ایرانی کثرت استعمال کرتے ہیں۔ محض کے معاصران میں نہیں ہے۔ ایرانیوں کے یہاں مجھے یہ نثریہ اطلاع زیادہ پیش آمد ہے، استعمال سے ایرانیوں کی زبان پر نہیں۔

سوال ۳۔ احمد نے صاحب زلای و الدہر دی مسیح کاشی وغیرہ کے کلام سے ثابت کیا ہے کہ ایرانی رائد ماند کی قسم کے لفظوں کو تند و کن کی قسم کے لفظوں سے قافیہ لاتے ہیں۔ مسیح کاشی جو بیہرجم جلد اول (ص ۱۲) میں بھی ہے یہ ہے: "آتش بزبان شعلہ بر من زده بانگ کتر بہر جو کیان خاکسزنگ" غالب اور ان کے درگاہ اپنے دعوے کو ثابت نہ کر سکے۔

سوال ۴۔ تہذیب میں غالب نے اس سوال کا جواب بھی بتا دیا ہے جو انہیں نہیں چلا پڑھا۔ چشم عیب ساز، احمد کے نہیں برہان کے الفاظ ہیں و تفاسیل راستا، عیب ساز میں کوئی خاص مباحث نظر نہیں آتی۔ یہ عیب ہیں، کے معنی میں نہیں عیب آفریں کامرادن ہے۔

سوال ۵۔ جو ایسا زلای ہے۔ اعتراف کا سرتقہ ہو سکتا ہے۔ اگر غالب نے دوسروں کا اعتراف دیکھا تھا اور وہ ان خود ان کے ذہن میں نہیں آسکتا تھا اور انہوں نے اصلی معترف کا ذکر بالارادہ نہیں کیا تو سرتقہ میں کیا شبہ ہے۔ سامانی کا بیان آپ میں سے متعلق ممکن ہے غالب کی نظر سے گذرا ہو، لیکن، محشی برہان کے اعتراف میں جو انہوں نے اپنی جانب سے پیش کئے ہیں اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟ برہان میں، دہائیے ہیں اور ان میں سے بیشتر غیر عربی، الفاظ سے تہذیب میں، لیکن غالب قاطعاً محشی کے ایک اعتراف کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "تہمتان کا انکار و انطباق باجماعاً لکھا شہادت، اما بعد در افلاک لغات عربی کسی مخالف نے یہ لکھا کہ عیاشی منان فارسی سے متعلق بھی ہیں اور غالب کے کچھ اعتراضات جو عیاشی میں بھی ہیں تو درشت ہیں، یہ کہ اکثر

بنادیا۔ اُن کا قول اس توہم کے بعد بھی غلط رہا۔ قاطع کے متعدد اعتراضات جو اشی پر بیان مانوئے تھے۔ اور اس کا اعتراض غالب نے نہیں کیا تھا، بلکہ یہ لکھ کر کہ جو اشی کا تعلق صرف لغات عربی سے ہے کتابتہً اس سے انکار بھی کیا تھا کہ لغات فارسی پر اُن کے جو اعتراض ہیں، وہ خواشی سے لئے گئے ہیں۔ درفش میں غالب نے دوسری روش اختیار کی ہے، جا بجا فخریہ اس کا ذکر کرتے کہ سات فضلائے کاکہ جو برہان کے محشی ہیں میرے ہم نوا ہیں۔ غالب کو اس کی بھی خبر نہیں کہ یہ خواشی کے روک کے لکھے ہوئے ہیں اور محققین مطبعہ طبعی جن میں حکیم عبدالجبار کے سوا کس کے عالم ہونے کا ثبوت موجود نہیں، ان سے کچھ سوچا رہا نہیں رکھتے۔ (تفصیل محقق)۔

سوال ۶۔ یہ اعتراض پہلی بار درفش میں کیا گیا ہے، احمد اور غالب میں بابہ التشریح نہیں۔ برہان نے دوسری فرہنگوں سے لیا ہے اور شمش ضرب نتیجہ خوبا شمش نتیجہ خوب فرہنگوں میں ظاہر الازی کے ان دو شعروں کی وجہ سے مثال کیا گیا ہے:

زہر شمش تو دام پشش نتیجہ خوب زفر بخت تو آستین است شمش مسکن
صدف بگور واقفہ بشلک نے بشک شجر بویہ و خار ابن زو حنا ربین

کلیات ص ۳۱۳۔ سفر سنگ نگاروں کے مسلک کی ترویج محقق میں لے گی۔

سوال ۷۔ چشم مخالفان بیازن بہ تیر۔ مؤید میں زاوڑ المعداد کے حوالے سے فرخی کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اور اس میں مہرغ ثانی اس طرح ہے:

”ہجو کف دے بزر آزدے“

غالب نے اعتراض سے پہلے زاوڑ کو جو ایک مطبوعہ کتاب تھی دیکھ لیا، فروری تصور نہ کیا۔ غالب اگر برہان فارسی کے ارتقا سے واقف ہوتے، اور انہوں نے شعرا سے ایمان کے کلام کا ایک بڑھتی کے نقطہ نظر سے، مطاوعہ کیا، تو اس مہرغ کا ناموزوں نہ کہتے۔ یہ مہرغ جیسا کہ احمد نے شمشیر میں لکھا ہے بکر سربح میں ہے اور اس کا وزن مفتعلن، مفتعلن، مفتعلن، مفتعلن، مفتعلن ہے، انہوں نے اس بکر کے بارے میں طوسی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:-

”تایاری ہرکان مطوی یار داوڑ و بر سالم و مجنون شعر نیادہ است اللہ انہو فرمایا“

۱۔ انتخاب کلیات دلاہر میں یہ بیت نہیں، اور جناب عشی سے معلوم ہوا کہ کلیات طبع طبران میں بھی نہیں۔

پہلے گفتہ اندازِ جهت تشبہٴ یعریب (سیار الاشارہ ص ۱)

ایرانوں کو اس بحر کے سالم ارکان مطلوب نہیں ہوئے اور انہوں نے مستفعلن کی جگہ مفتعلن (مطوی) اور مشغولات کی جگہ فاعلان اور فاعلن (مطوی) و توف یا مطوی (مکتوف) لانہ پسند کیا اور مفتعلن مفتعلن فاعلن یا فاعلان فارسی کی بہت مقبول اوزان میں سے ہے۔ مفاعلن (مجنون) عربی میں آتا ہے، فارسی میں اس کا جواز معیارِ شعر کے علاوہ الجحم سے بھی ثابت ہے، (ص ۱۳۳) بل کہ مؤخر الذکر میں مجنون مکتوف کی مثال میں یہ ثابت دی ہے۔

دو غمزہ جوں دو نایح لشکری ہے کنی بہر دوں دبسری (ص ۱۳۴)۔
اس میں اور چشمِ رخ میں دو فرق ہیں ایک یہ چشمِ رخ میں صدر یعنی رگہ اولیٰ (ص ۱۳۵) ہے اور دو غمزہ رخ میں مجنون، دوسرے یہ کہ روض (یعنی رکنِ اشرا) چشمِ رخ میں اعلان ہے اور دو غمزہ رخ میں فاعلن۔

بحر سربیع یا اور بحر دہ میں ایک بیت تک میں فاعلان اور فاعلن کا اجتماع جائز ہے کہ تو اذکر فرشتہ شود خیرہ چرا باشد دیو دستور الجحم (ص ۱۳۳)۔

رہا مفاعلن کی جگہ ہتھوڑا در میانہ رکن میں مفتعلن کا استعمال تو اس بحر میں اس کی سزاقت نہیں اور مفتعلن مفاعلن فاعلان میں مفتعلن مفاعلن فاعلان سے کم نکالت ہے۔

یہ وزن عروضی کی کسی کتاب میں یا شعر زیر بحث کی علاوہ شعر ایک جگہ نہیں ملتا اور مفاعلن نہیں۔ کتابوں میں بہت سے قبل اوزان نہیں دیتے، اصول یہ جو ہیں ان سے یہ معلوم ہو جائے کہ کس بحر میں کون کون جانا فاعلن متعلق ہیں اور قدحِ شعر کا بہت کلام ضائع ہو گیا ہے یا پانچ

کے کئی بحر میں ایسا لگتا ہے۔ جن سے کچھ مقبول ہوئیں، باور کچھ شعر کس ذرا پائیں۔ پرانی بحر دہ سے نئے اوزان بھی اوزان ہیں، لیکن یہ بہت کم پانچ باقی مکتوف اور توف سے متفرج ہے۔

میں بہت اوزان ہوتے تھے، لیکن ان کے کئی نام نہیں ہیں، معیارِ شعر میں دال اس کی یاد دہانی کی شہیر بر تون اوزان میں۔ باقی فقرہ قیام الیہا جو اس کے ذمے لکھا ہے اور ان اوزان میں یا تاثرین میں یہ اوزان نہ ہوتے، بلکہ کئی چیز تھیں کہ اب اس سے

سوال ہے۔ وہ اوزان ہیں۔ فاعلن بیت کو ان میں سے کہتا ہے۔ اور میں یا تو صوبہ جامع ہے یا مفاصلہ رجب احمد بنیامی سے لیا ہے اور ان اوزان میں سے کئی اور مفاصلہ فریقین میں

ماہہ الشراعیہ ہندین (تفصیل راست)

سوال ۹۔ بے شک غالب کا اعتراض صحیح ہے، احمد نے اس کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے مگر غالب خود محسوس گونی سے محترم نہیں۔

سوال ۱۰۔ ۱۱۔ یہ اعتراض پہلی بار درنفس میں ہوئے اور فریقین میں ماہہ النزاع نامی۔ دونوں اعتراض صحیح ہیں، لیکن سوال ۱۱ میں جو اعتراض ہے وہ حاشیہ برہان میں بھی ہے۔

سوال ۱۲۔ ہندوستانی لفظ بے شک گہری ہے۔ احمد بھی یہی کہتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ان کا یہ قول ہے کہ "غلط کر دن فارسیاں در حرف لفظ ہندی اذنا شنائی زبان است (۲۳۲)۔ فارسی میں کانت عربی و فارسی بہ کثرت ایک ہی مرکز سے لکھے جاتے تھے۔ برہان یہ سمجھا کہ کانت عربی سے ہے۔ یہ غلطی ایسی نہ تھی کہ اس کے متعلق سوال کیا جاتا۔

سوال ۱۳۔ چکری کے بارے میں برہان لکھا ہے "بوزن متوری نوسے از براں و ہندوستان دختر گویند" غالب نے اعتراض کیا تھا کہ "..... در لہجہ مختلفت پیکری سے گویند نہ چکری" احمد نے جواب دیا ہے کہ "..... واہ نیز در بعض الفاظ ساقط شود۔ مثل ہو گھر۔ عالی۔ سنگر بوزن ہنر آوردہ ... و ناز میں شہر خنر لے سگر سے سے خواہ (۲۳۳)۔ غالب نے تیغ میں دعویٰ کیا ہے کہ "دو علماء و شہر ایران سے آئے لہجہ ان کا ہندی نہیں ہو اطلاق اول ہندی املا کے موافق رہی (۲۳۴)۔ یہ زبردستی ہے۔ بہت سے لفظوں کا املا بھی بدلا ہے اور دیکے ادبی استعمال سے قبل ہیچ املا معلوم بھی بہ مشکل ہو سکتا تھا۔ برہمن ہی کو لہجہ ہندوستان کی کس زبان میں اصلاً اس طرح تھا؟

سوال ۱۴۔ پاؤ کے بارے میں احمد نے خالق باری کا یہ مصرع

"بدو دست ہات و قدم پاؤ کہیے"

دعا لیا چاؤ، پیش کیا تھا (۲۳۵) غالب تیغ میں اسے تسلیم کیے بغیر کہ یہ امیر حسرت کا ہے، یہ لکھتے ہیں کہ پہلے باؤ لے کر لکھا گیا۔ شاعر ہاں کہہ دے، یہ زبان نہ تھی (۲۳۶) اس ہند کی ہندوستانی زبان کے متعلق غالب کے معلومات کچھ نہ تھی، تحقیق کیے بغیر ایک بات لکھی۔ پھر یہ کہ ہندوستانی لفظ میں اگر برہان نے غلطی کی اور وہ بھی تیغ جہاں ٹیری تو اس سے اسکی فارسی دانی پر حجت نہیں آسکتا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جاسے کہ میں برہان کو بڑا فارسی دان تصور

کہتا ہوں۔ میری رائے میں وہ تحقیق سے بہت کم واسطہ رکھتا ہے اور مفقہ محض ہے۔

سوال ۱۵۔ احمد کو پسر رشید کی محنت پر اصرار نہیں (موتیہ ص ۱۲۳) اس لئے اس کے بارے میں سوال مفقہ ہے۔ احمد کے اس قول کا کہ پریشاں پریشیدین سے ماخوذ ہے غالب نے کوئی جواب نہیں دیا۔

سوال ۱۶۔ یہ اعتراض بھی پہلی بار درخشاں پریشیدین سے آیا ہے اور فریقین میں باہم نزاع نہیں۔ شمشیر میں احمد نے اس اعتراض کو صحیح مانا ہے۔ (ص ۱۲۳)۔

(۲۱) میردولایت علی کے نام کا خط فیض صغیر (رشحات صغیر) کی اشاعت ثانی سے ماخوذ ہے۔ غالباً اشاعت اول میں یہ خط نہ تھا اور فیض صغیر کا جو خلاصہ حال میں تصدیق اس میں بھی یہ خط شامل نہیں۔ صغیر بلگرامی نے اس خط کو اس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا جو کہ ٹکٹ نمونہ بھی ہے، لیکن مجھے جناب ڈاکٹر عبدالستار مدنی کی اس رائے سے کمال اتفاق ہے کہ اس سے ٹکٹ کی تائید ثابت نہیں ہوتی۔ (خط بہ نام راقم) میردولایت علی کے متعدد تحقیقات سے کوئی نئی بات معلوم نہ ہوئی، اور نہ اس خط کا پتہ چلا جو اس سے پہلے غالب نے

میردولایت علی کو لکھا تھا۔ اس خط کا لفظ البرہم میں محفوظ ہے اس پر یہ عبارت مندرج ہے: "در عظیم آباد پٹنہ بہ محلہ کشمیری کوٹھی مطبع عظیم المطابع موصول و بہ خدمت جناب میردولایت علی صاحب ہند مطبعہ زکورداد مجرہ مقبول باد۔ پیوند زوری جواب طلب، لغاتے پر ہم بھی ہے جبرہ نقوش" غالب ۱۲۶۲ء ۶۱۲ء ہے۔ اس لغاتے کا مکس جناب ڈاکٹر عبد الستار مدنی نے

اس مقالے کے ساتھ شایع کیا ہے جس کا عنوان غالب کے لغاتے ہے اور جو اپریل ۱۹۲۳ء کے ہندوستان میں چھپا تھا۔ صغیر بلگرامی، خط لدا (ص ۱۲۳) میں لکھتے ہیں کہ جب میں نے ہندوستان خیال کو اردو کوٹھی کے اس کی ایک جلد مطبع عظیم المطابع پٹنہ میں پھیرائی اور اس کا اشتہار بذریعہ ادوہ اخراشتہر ہوا، حضرت غالب نے ایک خط مع اس کی قیمت کے مرسے پاس پٹنہ میں بھیجا، میں، ایک جلد بھیدی "یہ خط لدا" کے ساتھ تہ گونڈا لیا

میردولایت علی ہیں۔ ہندوستان میں ترجمہ صغیر کی ایک جلد میں لکھنؤ میں دیکھی تھی۔ اس وقت باوجود تلاش نہ مل سکی۔ غالباً اور جلدیں نہیں تھیں بل کہ یہ بھی یقین نہیں کہ صغیر نے اور جلدیں بھی ترجمہ کی تھیں۔ فیض صغیر میں حافظہ معلوم ہے۔ یہ غالباً ہو گا تب یہ "حافظہ معدوم" ہونا چاہئے۔ "میری و صد عیب چنیں گفندہ اند" لفظی کہ مصرع ہے اور مخزن لاسرا



www.urduchannel.in

میں ہے (۱۹۰۹ء - ۱۹۰۸ء)۔ اسے "غیب جو انی پست ذر فتنہ اند"۔ صوفیہ بلگرامی نے غالب سے اپنی ملاقات کا مفصل حال جلوہ خضر جلد ۲ میں لکھا ہے، اس نے اسے غالباً ۱۹۱۲ء میں رسالہ اُردو میں چھپوایا تھا۔ اُن کے نام کے اُردو خط بھی ہیں، مگر وہ جلوہ خضر جلد ۲ میں ہیں اور وہ اس وقت نہ مل سکی۔

(۱۰) دو عالمی شعروں کے، ملک، خود غالب کے نام سے علی الترتیب کس م کے درجہ اور ۱۹۱۲ء کے ہوئے ہیں۔ اُن کے ٹکس جناب خان صاحب قاسم حسرت، "علم کی عنایت" سے مناسبت سے ہیں، اُن کا عنوان "ہوں۔"

حواشی و تفسیر اردو :-

(۱۱) بیچ آہنگ کی اشاعت اول کے نسخے نہایت کیاب ہیں اس کا منقولہ اشتہار اسعد الاخبار آگرہ (۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء) میں چھپا تھا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد علی الترتیب یہ عبارتیں تھیں: "نقل اشتہار منقولہ طبع بیچ آہنگ مہنتہ حضرت مرزا اسد اللہ خاں صاحب بہادر غالب جو اہل میں تہمت، بھیجے گئے تین روپے اور جو بعد اس کے بھیجے گا چار روپے دینے پڑیں گے۔" "تحقیق نہ رہے کہ یہ اشتہار بے پیل ڈاک میر کے ایک خذوم والا شان سے واسطے درج کر کے اخبار کے میر سے پاس بھیجا۔" غلام نجف خاں بن گئے نام سے یہ اشتہار ہے غالب کے شاگرد تھے۔ (خطوط ص ۱۲۱ و ۱۲۲) لیکن یہ "تمذہب فارسی بڑے بڑے جگ محدود تھا۔ شاعر کی حیثیت سے اُن کا ذکر کہہ کر نظر نہیں آیا۔ اشتہار غالب کی طرف سے ہے اور ترتیب یہ یقین ہے کہ انہیں لکھا ہوا ہے۔ غالب کے لئے خود ستانی کوئی نئی بات نہیں۔ اور اشتہار کی تو ذمہ داری بھی اُن کے سر نہیں۔ یہ اس بے بیٹہ خانے سے لکھی شامل تھا جو میں نے اسعد الاخبار پر معاہدہ میں لکھا تھا۔ غلام نجف کے حالات آثار السنہ وید اور واقعات دارالحکومت دہلی، مہنتہ بشیر احمد مرحوم میں میں گئے اُن کے والد کا نام محمد مسیح الدین اور اصلی وطن بدایوں تھا، مگر بہت کم سستی ہی میں دہلی

انگے تھے۔ اپنے زمانے میں دہلی کے حاذق اطباء میں گنے جاتے تھے اور ہمارے زمانے کے شفا الملک حکیم رضی اللہ عنہم ان کے پوتے تھے۔ ان کے نام خطوط غالب میں ۲۳ خط ہیں، ان سے بہت گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ غالب ان کے مندرجہ ذیل باب تھے اور یہ امر اذبحکم کہ مان لکھا کرتے تھے (۱۱۹ ص ۲۷۷) غالب نے ان کے بیٹے کو جو پوتا لکھا ہے وہ شاید اسی بنام ہے (۱۱۹ ص ۲۷۷) مگر غالب اور ان کے بیٹے میں خون کا رشتہ قطعی ہے (۱۱۹ ص ۲۷۷) غالب نے غلام محمد الدین خاں اپنے حقیقی بھائی کے نواسے کی رہائی پر غلام جغت کو باہر کھنڈی ہے۔ گمان ہے کہ یہ رشتہ بھائی کے ذریعہ سے ہو۔ محمد جغت جن کے نام کا ایک خط ایچ میں ہے اور جن کا ذکر اس کے صفحہ ۱۷ پر بھی ہے، اور ان کے بھائی محمد حمید الدین (۱۱۹ ص ۲۷۷) یقین ہے کہ غلام جغت سے اقربا ت ہیں۔

(۷) غالب کی خسر، الہی بخش خاں، معروف (متوفی ۱۲۴۳ھ) نے ان کی دو

ہذا اکو جن میں سے ایک کی ردیفنا "ہوتے" تاک اور دوسری کی "کروں یا نہ کروں" ہے۔ جس نیا تھا اور یہ دونوں محسن دیوان معروف میں موجود ہیں۔ دوسری غزل کا محسن جن پے نظیر میں بھی چھپا ہے۔ "کروں یا نہ کروں" ردیفنا دلی غزل میں نے مارچ ۱۹۳۵ء کے میاں میں شائع کی تھی۔ یہ اس زمانے کی غزل ہے جسے غالب اسد سندھو نے لکھی تھی۔ مگر اس میں وہ وقت آفرینی نہیں، جو اس عہد کی غزلوں میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔ غالب کے یہاں معروف کا ذکر تین جگہ آیا ہے۔ درخشاں میں ان کا ایک ایک مصرع نقل کیا ہے (خطوط ۱۸۵ ص ۳۵) اور ایک میں لکھا ہے کہ معروف نے ایک نئی زمیں شراب تو دے، تاب تو دے، ممالی میں نے حسب اکلم غزل کی خطوط ۱۸۵ ص ۳۵۔ اس زمیں میں معروف اور ذوق کی بھی غزلیں ہیں۔ یہ بات صحیح نہیں کہ ذوق سے مشورہ کا ذکر آزاد کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ آپ حیات کی اشاعت سے پہلے تاریخ جہاد اور کاشغری لکھ چکا ہے، "تلع نظر شاعری کے نظیر علی" "مادہ ہندی" "ادب ہندی" (۱) "سوانح" "کوشش" "ذوق" سے جو شعر "ذوق اور آزاد" لکھا ہے، آزاد نے اسے مستقل طور پر دہلی میں اشاعت کرایا ہے، تو ان کا ایام معروف کے ساتھ تھا۔ مجھے کے مسئلہ جو حکایت یاد آ رہی ہے (۱۸۵ ص ۳۵) جسے صفحہ ۱۷ پر بھی معلوم ہوتی ہے۔

(۱) یہ دو شعر جو میر سعادت نامی کی ہجو میں ہیں لطائف سے ماخوذ ہیں (لطیفہ ۲۸)
 سعادت اس نے غیر معروضات آدمی نہ تھے جتنا کہ لطائف کے دیا چھ سو ظاہر ہوتا ہے۔ یہ میر منشی
 دفتر فارسی جگہ عالیہ صاحبہ انتظام کل امور استعاذتہ واجتہانہ اور جگہ تھے،
 اور انہیں لطائف میں اب سررشتہ دار معزود (پابلیشرز) لکھا ہے غالباً صحیح نہیں۔ غالب نے تیغ
 میں اولاً ان کا ذکر کیا ہے۔ اس میں اس کا ذکر ہے۔ غالب نے ان کی لطائف بھی لکھی ہیں۔
 درندہ سعادت کی بازی ہوئی مسجور اور کز و کما قذوئ تالیخ نہ انہم کرتے (سجدہ الام
 سعادت کی کتاب شرق ۱۷۸۰ میں طبع ہوئی تھی، مطبع احمدی دہلی، (کذا) نے اسے
 چھاپا تھا، یہ خیال کہ یہ مطبع سراجی کے مالک تھے صحیح نہیں، ان کی وفات شیخ کی تصنیف سے
 کچھ قبل دہرا میں آئی تھی، اس میں ان کا ذکر یہ بیغہ ماہی ہے۔ محرق کی دہر تصنیف انہوں
 نے یہ بیان کی ہے کہ میں نے ایک کتاب عذائیں العجائب لکھی تھی اور اس کی تصنیف میں
 جہاں میں سے بھی مدد لی تھی۔ قانع میر، جن لغات پر اعتراض ہیں ان میں سے ۲۴ مدائق
 العجائب میں بھی تھے، رشیدی، جہانگیری وغیرہ کی طرف رجوع کیا تو اعتراض فلا نظر آئے
 اندازاً، اعتراض ہائے غالب کے لئے یہ کتاب تحریر کی۔ سعادت نے بہت سی باتیں ٹھیک
 لکھی ہیں۔ لیکن اس کی طرز تحریر کچھ ہے اور آسانی سے اس کی تصحیح کی جا سکتی ہے انہوں
 نے غالب سے برہان کا انتظام بھی لینا چاہا ہے۔ اور اس کا احوال انہیں حق نہ تھا، یہ
 زیادہ قابل اعتراض وہاں ہیں۔ ایک تو غالب کو کناویہ عبداللہ، معشوق قرار دینا، تھا، مہمل
 راستہ اس عبارت کے علاوہ جوشت میں نقل ہوئی ہے، ایک اور عبارت سے یہ مطالبہ نکلتا ہے
 طالع، دوسرے یہ تہ یک، کناویہ، حکیم محمود خاں سے اس پر اختلاف ہے، اس کا علاج کریں
 سعادت نے یہ بھی لکھا ہے کہ غالب کو غلام قدر ماسحق نہیں غالب ان کے لہجے کے بہت
 شاکہ ہیں، یہ مناظرہ ہے یا ٹھکانہ؟ صاحب معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہیجہ "تالیاں مجب کہ
 لہا ایدیا، یہ ایبٹ مدنی کو کسی نے پھیر دیا ہے" (دایہ ۲۰۰)۔ ناخدا سے شیرازی کے
 نام کے خط میں بھی اس نام کی باتیں آئی ہیں، ریشی ہوا ہے۔ غالب نے دوسرے دوسروں
 کے نام سے عرف کی تردید نہیں ہے۔ رسالہ عبدالکریم اور لطائف۔ تیسرا رسالہ
 دانت بیان اگر یہ جو غالب نے لکھا ہے، لیکن میرا قاسم ہے، ان کے کسی مستند کی تحریر کی

الطباع غلط بنا یا ہو، درفش ۱۲۸۲ھ میں چھپی ہے، اس کا سذہ بھی حالی نے صحیح نہیں لکھا (یادگار ص ۱۱۱)۔ یہ بات عام طور پر معلوم نہیں کہ قاطع کی کتابت شیح امیر اللہ تسلیم نے کی تھی، ان کا تخلص درج نہیں، لیکن خط انھیں کا ہے اور وہ فارسی مستوی جو غالب اور قاطع کی طرح میں انھوں نے لکھی ہے اور قاطع میں موجود ہے، تسلیم کے طرز میں ہے۔ مزید یہ کہ تسلیم کا اس زمانہ میں نزل کشور کے یہاں کتابت کرنا ثابت ہے۔ تسلیم کے استاد نسیم کی ایک مستوی بھی قاطع میں ہے۔ انھوں نے عجائز، دلربا اور شاد غالب سے عیسوی سہ ل طبع نکالا ہے۔

(۱۱) سفرنگ دساتیر، محمد نجف علی خاں کی تصنیف ۱۲۸۰ھ کی مطبوعہ ہے۔ اس میں مصنف نے التزام تو نہیں کیا کہ عربی الفاظ نہ آنے یا نئیں، لیکن دساتیری الفاظ کے برتنے سے احتراز نہیں کیا۔ غالب کی تقریظ سے پہلے یہ عبارت ہے: تقریظ کو والا فرکاہ خردی راز آگاہ ستود گنگسار سخن پر در سرمایہ نازش کمال ہنر جناب مرزا اسد اللہ خاں المتخلص بہ غالب المشہور پسر نژاد امام اللہ تعالیٰ مجددیم بریں نامہ نگاشستہ، ان کا ترجمہ تذکرہ میں یوں درج ہے:

خستہ دہم تخلص مولوی محمد نجف علی خاں ابن قاضی محمد عظیم الدین خاں مرحوم قاضی قصبہ بھکر استاد نوآب ناظم بہادر مرشد آباد و مہاراجہ الورا ست بدتے بر فاقیت نوآب محمود زبیر خاں بہادر نوآب محمد علی خاں بہادر والیان ٹوناک بودہ۔ ادیب بے نظیر و محقق بے مثل زبان عربی و درسی ست۔ حال علم و فضل و ذہن و ذکا لیش اتالیقات کثیرہ او مثل تفسیر غریب بہ عبارت فارسی و شرح غیر منقو ط بر مقامات حریری زبان درمی شرح تحفۃ العرائین بہ زبان درسی و شرح دساتیر مسیحی بہ سفرنگ دساتیر بہ زبان فارسی و تالیخ غدر ہندوستان بہ زبان درسی مسیحی بہ دینہ نواد و وزیر نامہ منظوم بہ زبان درسی بنام محمود وزیر خاں دلی ٹوناک و نظم ترجمہ منہات؟ ابن حجر نقلانی و حاشیہ مطول بہ زبان عربی و حاشیہ ہدایہ نطق و توضیح المعانی و ایضاح البیان و بیع البدیح و لب الالباب و خلاصۃ الاتکار، و شرح شرح حیضی و تذکرہ شرح القمر و درسی کشا و زبدۃ الغرائب و کلمۃ صولت فاروقی منظوم بہ زبان درسی و قصہ ہیر در انجھا منظوم، و ترجمہ تقویت الایمان بہ زبان عربی و تالیخ مرشد آباد و شرح نل و من زینہی بہ زبان درسی و ترجمہ انجیل وغیرہ ٹواں دریافت۔ تقریظ بر رسالہ شاہد عشرت نگاشستہ قلم اوست۔ بارہ ملاقاتس در مرشد آباد و بناں

حواشی نظر قاری:

۱۔ "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" اور "تاریخ" نام کی دو کتابوں میں سے پہلی کتاب "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی ہے اور غالب کی تصنیف ہے۔
 ۲۔ "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی تصنیف "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی ہے اور غالب کی تصنیف ہے۔
 ۳۔ "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی تصنیف "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی ہے اور غالب کی تصنیف ہے۔
 ۴۔ "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی تصنیف "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی ہے اور غالب کی تصنیف ہے۔
 ۵۔ "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی تصنیف "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی ہے اور غالب کی تصنیف ہے۔
 ۶۔ "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی تصنیف "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی ہے اور غالب کی تصنیف ہے۔
 ۷۔ "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی تصنیف "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی ہے اور غالب کی تصنیف ہے۔
 ۸۔ "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی تصنیف "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی ہے اور غالب کی تصنیف ہے۔
 ۹۔ "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی تصنیف "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی ہے اور غالب کی تصنیف ہے۔
 ۱۰۔ "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی تصنیف "تاریخ و تذکرہ اہل تہذیب و تمدن" کی ہے اور غالب کی تصنیف ہے۔

.....

جوہر کے نام کے ۳ فارسی خط بیخ میں اور اتنے ہی اردو خط خطوط میں ہیں۔ جناب سید وزیر احسن عابدی مجھ سے کہتے تھے کہ ان کے نام کے غیر مہذبہ خطوط موجود ہیں۔ غالب کے کلیات فارسی میں ایک رباعی ہے جس میں جوہر اور سہ کش کی تعریف کی ہے (صفحہ ۱۵۱) جوہر کے قطعات تاریخ اردو، طالع، درخش اور لطائف میں موجود ہیں اور مقدمہ لڑکر کی اشاعت کے محرک اولین بھی تھے۔ ان کا کلام زیادہ نہیں ملتا۔ تذکرہ میں ہے کہ پانچ چھ برس قبل انتقال کیا۔

(۱۴) غالب نے لکھا ہے کہ ”بیخ گادل برفق تاریخ د معما تہادہ ام“ (بیخ ہدایہ) لیکن تین سے کم اور کم ام میں موجود ہیں پہلے کا حل عبداللہ ہے ’بد‘ پر چشم یعنی ’عین‘ کا اضافہ ہوا تو ’عید‘ بنا یہ خدا یعنی ’اللہ‘ کا پہنچا تو ’عبد اللہ‘ ہو گیا۔ دوسرے کا اصل کمال ہے۔ ’کلام‘ کا کات اپنی جگہ پر رہا، اور لام مقلوب ہو گیا، کمال نکل آیا۔ تیسرے کا حل ’شیخ کمال‘ ہے۔ ’نیم شب صحیح بستہ‘ = شیخ ’گذر گاہ نور ام‘ یعنی م اور سر آب یعنی الف م اور ل کو درمیان آیا، ’شیخ کمال‘ ہو گیا۔

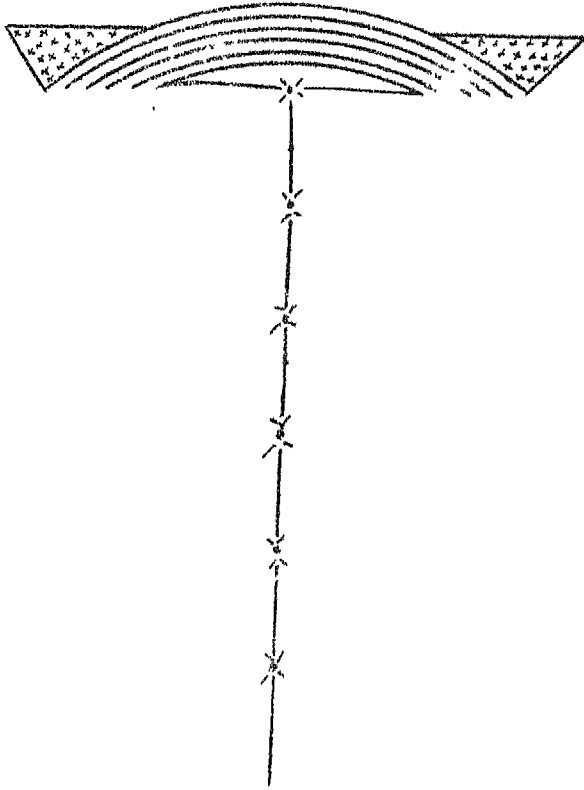
(۱۵) رباعی سید علی کی اشاعت اول سے ماخوذ ہے۔ جناب مالک ام کی اشاعت سے خارج ہے۔ نہ معلوم کس کی ہو ہے۔

(۱۶) (الف) ’ایں نسخہ... خرفچنگ‘ لطائف کے سرورق پر ہے، یعنی کہ غالب کا ہو۔ لطائف میں غالب کا ایک فارسی شعر اور سہ، مگر اس قدر مہذبہ کہ میں نے اسے آثار میں شامل نہیں کیا۔

(جے) ’لاجرم... ہیرامن‘ اس شعر کی شان نزول یہ ہے: امیر حسن خاں بسمل (متوفی ۱۲۴۳ھ) عاشق علی خاں کا کردی (متوفی ۱۲۵۶ھ) کو بیٹھے تھے جس زمانہ میں غالب کلکتہ پہنچے ہیں، وہاں مؤخر الذکر شاہ اودھ کی سفیر تھے، اور ان سے غالب سے تعلقات تھے (بیخ ص ۵۵ و ۹۵)۔ بسمل سے بھی کلکتہ میں ملاقات ہوئی ہوگی، بیخ میں بسمل کے نام کے دو خط ہیں، اور ان کی مدح میں ایک رباعی کلیات میں ہے (صفحہ ۵۰) ان میں سے ایک خط (صفحہ ۹۵) اور مظفر حسین خاں کے نام کے ایک خط (صفحہ ۹۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ بسمل غالب سے ناراض ہیں اور وہ انھیں مرنا چاہتے ہیں۔

(طبع ۱۶۱۸۲۴) میں یہ درج ہے کہ بسمل نے نعلی میں یہ شعر کہا تھا:
'ملا زان غدا شاعر ابن جہاں، لیک یک طوطی شکر خاں'

غالب نے سنا تو وہ شعر کہا جس کا تاقیہ میرامن ہے۔ اس کے بعد مراسلات ہوئے
اس سلسلہ میں جو آخری خط غالب نے لکھا تھا اس میں وہ مزید رابعی کئی جو کلمات
میں ہے۔ مصنف نے ایسے بیان کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا، لیکن یہ لکھا ہے کہ بسمل نے
۱۶۴۰ء میں ”پہنچ کے جواب میں بیچ گلبن تصنیف کی تھی، عجیب نہیں کہ ان کا ماخذ یہی ہو۔
تذکرہ مشاہیر کاوری لکھا ہے کہ اب نہیں، مگر اس پر بھی میرامن والے شعر اور اس کی
شان نزل سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اس شعر کے آثار میں شمول کی یہ دلیل ہوتی ہے۔



۱۸۳۲ء میں پڑتی ہے، مگر بٹری میں اس دن بھری تاریخ ۱۲ شوال دی ہے۔ یہ
 متیقن ہے کہ اس کی تاریخ ۱۵ سراج ۱۸۳۲ء سے چند دن قبل ہے۔
 تیاں کے نام ۶۶ خط مشرفات میں ہیں، پنج یا آٹھ دوسے مسئلے دیگر میں ان کے
 کا کوئی نسخہ نہیں۔

فیض الدین حیدر معرفت حیدر جان کا ذکر ان کے بعض خطوط کے سوا غالب کی
 اور کسی مختصر میں نہیں ملتا۔ دل نشانی میں مرقوم ہے ”و شائق خواجہ حیدر جان پسر خواجہ
 عظیم اللہ گذرا باشندہ جہانگیر شاگرد غالب :-“

یوں بہتوں باب بنا اور پھر کیا جیسے کہ بس صباب بنا اور پھر کیا
 شیشہ گر کی ہے بنا بجزتہ جو تیرہ تیرتہ اٹکا۔ نا اس دن بنا۔ ہوں میں بٹری شیشہ

سر پاشن کا مصنف لکھتا ہے :- ”خواجہ فیض الدین معرفت حیدر جان شائق ولد
 خواجہ خلیل الدین باشندہ ڈھاکہ وارد دہلی شاگرد۔۔۔ غالب“ صفحہ ۱۹۰ (دوسرے
 میں)۔ نگارستان سخن میں ہے :- ”خواجہ فیض الدین معرفت یہ خواجہ حیدر جان پسر خواجہ
 خلیل اللہ۔۔۔ بست و چار سال سے گذرے کہ ان میں جہاں گذران گذشتہ اس یک شعر
 از دبیدہ :-“

”میں بودو بہا بوجہ قلم بھرا کہ از کشتگان من است این“

سخن میں ہے :- ”شائق تخلص خواجہ فیض الدین معرفت خواجہ حیدر جان۔۔۔ ولد خواجہ
 خلیل اللہ۔۔۔ شاگرد۔۔۔ غالب۔ شعر فارسی۔ اور دو ان کے یہ دو شعر ہوتے ہیں، ایک
 چھوٹا اور دو ان کا نظریہ ہے گزرا بارہ تیرہ رس ہو۔ کے کہ فوت کی۔ کلکتہ میں بھی آئے
 تھے، یاد گو کہ نسخہ یہ ہے :-“

”بنا خواجہ خلیل اللہ کشمیری۔۔۔ بذریعہ
 خط کتابت اصلاح گفتہاے خود شاعر۔۔۔ غالب۔۔۔ سے گرفت۔ بہر
 دو زبان۔۔۔ اشعار یا حروف تلو بہ۔ دیوان بجزتہ اش از نظر گذشتہ بیستہ
 شش سال امرتسر۔۔۔ مہم بنا و بی زرتہ۔۔۔ رسالہ یادو ڈھاکہ (سراج
 ۱۹۲۳ء) میں شاعران مشہور ان کے نام اور شواہد کو ساتھ میں لکھا گیا ہے اور
 اس کا تعلق یہ ہے کہ خواجہ حیدر جان۔۔۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں
 پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔

لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔

علم از سر نو بنا دیا گیا۔ غالب سے بذریعہ خط و کتابت تکذ حاصل کیا تھا۔ غالب نے انھیں طوطی رنگال (کدن) کا خطاب دیا تھا، آغا احمد علی اور غالب کے مکر کے یہ بھی شریک تھے۔ گو یہ اب اس کا کوئی ریکارڈ نہیں، اصل نام فیض الدین حیدر ہے، جو کبھی اختصار کے بعد فیض الدین ہو جاتا ہے۔ دالدار کا نام علی محمد بن فیض الدین ہے۔ فری جانا غالب نے سچ نہیں، اور غالب سے نکالتے ہیں ملاقات کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ اس بات کی بنا کوئی سند نہیں کہ غالب نے انہیں کوئی خطاب دیا تھا یا انہوں نے غالب کی حمایت کی ہوگی۔ اس وقت کی زمین مشکل ہے۔

گو یہ یقین ہے کہ سترہویں صدی کی انٹویر پشرویں ان کا انتقال ہوا ہے۔ ان میں ان کا نام صرف ایک خط ہے۔

خواجہ محمد حسن ظاہر منشی محمد حسن سے جن کے نام بیچ میں متعدد خطوط ہیں اور جن کا ذکر اردو کے ایک خط پر ہے (خطوط صفحہ ۹) ظاہر مختلف ہیں، خواجہ محمد حسن اور ان کے بھائی خواجہ فخر الدین کے متعلق ان میں جو کچھ ہے اس کے علاوہ فی الحال کچھ معلوم ہو سکا۔



ان میں سرساج الدین احمد، ابوالقاسم، مرزا اکبر بیگ، مرزا افضل بیگ، نواب علی اکبر خاں، اسد اللہ بیگ، آغا محمد حسین، حکیم صادق علی خاں، حکیم سید احمد علی خاں، محمد علی، خواجہ مستقیم، راجویشو اراؤ، نواب مسام الدین حیدر خاں، محمد حسن سید عالم علی خاں، علی جان، اور، قبیل کے نام آتے ہیں، مگر ان لوگوں کے نام کوئی خط نہیں۔

سرساج الدین احمد غالب کے خاص الخاص دوستوں میں تھے (صفحہ ۶۰ و ۶۱)۔ محمد حسین اور دیگر کے مانند سے ہوں، (مستقرقات صفحہ ۳۵ و ۳۶)۔ عبدالکریم میرٹھی دفتر کوہ فارسی یا طبرستان الدین خاں یادوں سے رشتہ داری ہوتی بھی دور از قریب نہیں (مستقرقات صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹)۔ جو وقت غالب کا گذر گئے ہیں یہ اعلان دفتر کوہ فارسی سے تھے (صفحہ ۱۷۲)۔ اس کے بعد انکی تباہی تازہ ہو گئی تھی کہ یہ زمینت بخش پیش گاہ محمد عبدالستار ہو گئی تھی۔ (صفحہ ۳۲)۔ جناب ہر کارہ قول کہ کارہ بار کے لئے بعض خطوں سے یہ بھی پتا چلا ہے کہ گھنٹہ مسکن (صفحہ ۶۲)

سلسلے میں مقیم کلکتہ تھے (غالب صفحہ ۱۱۵)۔ گنگا میں۔ گل و غنایاں کی ترتیب ان کی تحریک سے ہوئی اور اس کا ذکر اس کے دیباچے میں ہے دیوان فارسی میں بھی ایسی یاد کیا ہے :-

”بارہ ایچ الدین احمد چارہ جز تسلیم نیت ورتہ غالب می گزرد ووق غرغواں مراد
تصلح کی ابتدائی شکل ہے۔ دیوان مرتزہ میں مصرع آخر میں کچھ تغیر کیا ہے۔ ان کا نام کے ۴۸ خط بیچ میں اور ۲ متفرقاً ہیں، ان میں سے گنارہ دونوں میں مشترک ہیں۔ غالب نے ادائیں ۱۸۵۹ء میں دستبردار کا ایک نسخہ انھیں بھیج دیا ہے اور ایک خط میں جو رمضان ۱۲۷۸ھ کے کچھ بعد کا لکھا ہوا ہے، ان کے نام کے ساتھ رحمت اللہ علیہ لکھا ہے۔ (موجود صفحہ ۱۶۶)۔

ابوالقاسم خاں۔ قاسم کے متعلق عبدالقادر دہلوی راسخوری اپنے روزنامے میں لکھتے ہیں کہ وہ عالی خاندانت، موندش شاہ جہاں آباد است، دہلی سے بہ گنہ گزود ہوا ہے وازہ یہ کلکتہ رسانیدہ معاش بندہ زور لیاقت داشت ۱۱ صفحہ ۱۰۲ صفحہ ۲۱۱۔ دیوان جہاں (نسخہ کلکتہ) میں ہے کہ ”خاندان شاہی سے کچھ قربت رکھتے ہیں۔ لندن و گلگت کے مصنف کا بیان ہے کہ ”خاندان بادشاہی سے تھے، نسخہ نے انھیں شہزادہ لکھا ہے اور تیموری اولاد میں بتایا ہے (نسخہ صفحہ ۳۷)؛ لیکن شہزادہ ہونے کے لیے تیموری ہونا کافی نہیں، اور نہ نسخہ کے علاوہ کسی نے انھیں شہزادہ لکھا ہے۔ غالب سے غالباً کلکتہ کی ملاقات تھی، غالب کی مدح غزل میں جس کا ذکر تیاں کے سال میں آیا ہے ایک شعر ہے: ہم سخن اور سخنیاں حضرت قاسم و تیاں، ایک پیش کا جالین درد کا یاد گار لک۔ (مترجمات صفحہ ۱۰۵) اگر درد کا یاد گار ہے یہ مراد ہے کہ درد کے بے واسطہ شاگرد تھے تو غالب سے عمر میں بہت بڑے ہوں گے۔ ایک علامہ قاسم کا بھی غالب کی مدح میں ہے مگر اس کا تعلق غالب کی رشتا داری سے نہیں۔ ظاہر اس کے ساتھ جو خط بھیجا تھا، اس میں یہ بھی لکھا کہ کوئی نئی ہونو درست کر دیں (نسخہ صفحہ ۱۱۳)، اور غالب نے اپنے منظوم جواب میں اس کی ایک غلطی کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ ظاہر قاسم پٹنہ کے متوطن تھے (مترجمات صفحہ ۱۰۵) و صفحہ ۱۰۵ غالب کے خطوں میں ان کی وفات کا ذکر نہیں، لیکن تیاں کی وفات کے کچھ بعد تک زندہ

سلسلہ کتاب میں نے نہیں دیکھی۔ حیات آرزو صاحب کے ایک خط سے ماخوذ ہے۔

تقریباً ان کے ایک لڑکے کی وفات کی طرہت بھی بعض خطوں میں اشارہ ہے (متفرقات صفحہ ۹۱ و صفحہ ۹۳)۔ دلگتائیں ان کا ذکر اس طرح ہے کہ گو نام چکے ہیں۔ قرینہ ہے کہ تباہ کی وفات کے کچھ بعد راہی عدم ہوئے ہوں گے۔ بیخ و بیخہ میں ان کا نام کا کوئی خط نہیں، متفرقات میں ۲۰ خط میں، نام نہ منظم مزید برآں۔

مرزا اکبر بیگ سے غالب کی حقیقی بہن سیاسی تھیں، خط ۲ سے پتا چلتا ہے کہ جن بابی میں یہ لکھا گیا ہے، یہ بھی کلکتہ میں تھے۔ غالب کی کسی اور تحریر میں ان کا ذکر نہیں۔ مرزا افضل بیگ مرزا اکبر بیگ کے بھائی اور کلکتہ میں اکبر تانی کے سفیر تھے۔ غالب

کا کوئی خط ان کے نام کا موجود نہیں، لیکن دوسروں کے خطوں میں ان کا ذکر بہت ملتا ہے۔ غالب جب تک کلکتہ میں رہے ظاہراً ان سے کوئی شکایت نہ ہوئی، لیکن واپسی کے بعد لکھا ہوا کہ اپنے خواہر زادوں (اولاد مرزا جامی) سے رشوت لے کر ان کے ہمدرد ہو گئے ہیں اور غالب کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں (متفرقات صفحہ ۹) ان کی وفات تباہ کے انتقال سے پہلے ہوئی ہے اور یہ

جس سنہ ہجری میں ہو صفر کہ آخری پہاڑ شنبی سے پہلے تھی (متفرقات ۶۰)۔
تو اب علی اکبر خاں معتمد سیر المتاحرین کے حقیقی بھتیجے اور موگلی کے امام باڑے کے متولی تھے۔ غالب ان کے پاس محمد علی صدر امین بانڈہ دیرادر سراج الدین علی خاں قاضی القضاۃ کلکتہ کا نخط لے کر گئے تھے اور ان کے بہت ملاح ہیں۔ تین بار موگلی جانے کا پتا غالب کے خطوں سے ملتا ہے۔ غالب کا بیان ہے کہ جب کلکتہ میں ان پر اعتراض ہوا تو انھوں نے اور محمد حسن نے جواب دیئے تھے اور ان دونوں کی تحریک سے باد مخالف کھلی تھی (بیخ صفحہ ۸۰)۔ شاد نے اس سلسلے میں حیات فریاد میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کے لئے وہ اپنے تخیل کے رہن منت ہیں۔ سال وفات کا ابھی تک پتا نہیں چلا۔

اسٹریٹنگ کے لئے غالب کے صفحات ۱۵، ۱۵۵، ۱۵۹، ۱۶۰ ملاحظہ ہوں۔
آغا محمد حسین کلکتہ میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتے تھے۔ خانم صاحبہ، جن کا ذکر متفرقات کے صفحہ پر ہے ظاہراً یہی ہیں۔ قاسم کی طرح یہی بہری الماک کے متوسلین سے تھے (متفرقات صفحہ ۹) غالب سے کلکتہ میں گہرے تعلقات ہو گئے تو ان کا باندہ لیشہ تھا کہ جس

کی بنا پر اور تمام اور... تنظیم اور کورس... کے لیے سفارشی نو مقالہ... نامائین لاء درست بتایا
 سب سے زیادہ کارآمد ہو... باقی یہ سب... کہ غالب... ایک اور نقطہ لانا چاہیے تھے جو غیر اس پر
 صادق ہو، ورنہ غالب اور نامی میں بڑا فرق... ان کے مضامین تھے اور غالب کی دیکھی
 نامی کے بیٹوں سے تھی، چنانچہ ان کے پسر خرد حسین مرزا کو براہِ دم لکھا ہے (خط بنام
 نامی پینچ صفحہ ۸۷) پینچ میں نامی کے نام چھ خط ہیں، شاہ آودہ کے نام دو، فارسی
 عرض و انشیں ان کی جا سب سے لکھی ہیں (پینچ صفحہ ۸۷ و صفحہ ۸۲) اور چار فارسی
 جملے ہیں ان کی طرف سے شاہ آودہ کے لیے نظم کی ہیں پینچ صفحہ ۱۰۵ تک صفحہ ۱۰۲
 ان کے دونوں بڑے بھائی... یا پھر بھی غالب سے... کیا ہے اور یہ اسے ظاہر کی ہے کہ
 وہ ان میں سے کسی سے لکھی گئی تھی، لہذا ان تمام کو... پینچ صفحہ ۱۰۷، حالانکہ ان کا کلام کچھ بلند
 پارہ نہیں۔ میرا قیاس ہے کہ غالب کی تبدیل و عقائد میں نامی اور ان کے بیٹوں سے ربط
 کا کسی کچھ دخل ہو گا اور عائد آودہ سے تعلقات پیدا کرنے میں ان سے مدد ملی ہوگی
 نامی کا رابلہ... ۱۰۶، ۱۰۵... جیسا کہ ترجمہ اقتباسات احسن الاخبار میں لکھ کر
 غالب، سن لفظی... معلوم ہوتا ہے۔

محمد محسن، غالب جن وقت لکھتے تھے ان کا ہر گونہ جبریل کے فارسی دفتر سے متعلق
 تھے۔ غالب کا بیان سب سے سلیکٹ میں جب ان پر اعتراض ہوئے تو انہوں نے
 اور علی اکبر خاں نے جواب دیے تھے اور یادِ محافت ان دونوں کی تحریک سے لکھی
 گئی تھی۔ (پینچ صفحہ ۸۰) لارڈ ٹینک دہلی آئے تھے تو یہ بھی ہر کتاب تھے، اور دونوں
 زبانوں کے ساتھ کھتر سے تھے بعد کو کراچی کا مکان لیا تھا (پینچ صفحہ ۶۴) غالب نے
 پینچ میں ان کی معزوری کا بھی ذکر کیا ہے (صفحہ ۶۶ و صفحہ ۷۰)
 سارے عالم علی خاں: جلد میں یہ لکھا ہے، پانچ جگہ کہ... ظاہر ہے کہ یہاں ہر جگہ
 ان کے احوال سے تھے۔

رہم علی خاں اور چھانو ظاہر اقبال کے ملازم تھے۔
 ان کے صاحبِ حیا کے دوبار میں غالب شریک ہوئے تھے، لارڈ ٹینک تھے
 اور نڈیڈنٹ جس کا ذکر کیا ہے کولہ رک ہے۔



اجند عام جہاں ٹانا لگتا ہے، اور اس میں اسے واپس کرتے ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹہ کا ذکر دونوں میں ہے۔

۱۲ (۱۴) خواجہ محمد حسن ۹ خط ۱۴ میں غالباً دیوان کی طرف اشارہ ہے، جس کا صراحتاً ذکر خط ۱۲ میں ہے۔ میری رائے میں یہ دونوں خط ۱۰ رمضان ۱۲۴۸ھ کے لگ بھگ لکھے گئے ہیں۔

۱۳ (۱۳) تپاں ۹ (۱) - ۱۵ (۱۵) خواجہ محمد حسن - خط ۱۴ اور خط ۱۵ کا زمانہ تحریر ایک معلوم ہوتا ہے۔ ۱۶ (۱۶) خواجہ محمد حسن - ۱۰ رمضان ۱۲۴۸ھ۔

۱۷ (۱۷) تپاں ۹؟ یہ خط ظاہراً اس زمانہ کا ہے جب غالب کلکتہ میں پایہ رکاب ہیں۔ ۱۸ (۱۸) مکتوب الیہ ۹ زمانہ ۹ (۱۹) تپاں ۹ زمانہ ۹ (۲۰) تپاں ۹ (۱۱) - ۲۱ (۲۱) تپاں ۹ خط ۲۱ میں اپنے ملازمین کی کلکتہ واپل کلکتہ سے ناواقفیت کا ذکر کیا ہے۔ ظاہراً اس زمانے کا ہے جب کلکتہ میں تازہ وار دیکھے۔ خط ۲۳ کا اس سے تعلق ہے۔

۲۲ (۲۲) تپاں ۹ متفرقات کا خط ۲۲ یہ نام تپاں صفحہ ۶۳ - غالباً مرزا فضل بیگ کی وفات کے بعد لکھا گیا ہے۔

۲۳ (۲۳) تپاں ۹ (۲۱) - ۲۴ (۲۴) تپاں ۹ یہ ادبی نزاع کے آغاز کے بعد کا ہے۔ سوال ۲۳ ۱۲۴۳ھ یا اس کے کچھ بعد لکھا گیا ہوگا۔ خط ۲۹ و ۳۰ بھی اسی زمانہ کا ہے۔ ۲۵ (۲۵) تپاں ۹ یہ خط اس وقت کا ہے جب کلکتہ سے رخصت ہونے والے ہیں۔ خط ۱ اس کے بعد کا ہے۔ ۲۶ (۲۶) تپاں ۹ زمانہ ۹۔

۲۷ (۲۷) تپاں ۹ متفرقات کا خط ۲۷ بنام تپاں صفحہ ۶۴ تاریخ تحریر ۲۳ ستمبر ۱۲۴۸ھ یا اس کے بعد ہوگی۔ مؤخر الذکر زیادہ قرین قیاس ہے۔

۲۸ (۲۸) تپاں ۹ زمانہ ۹ (۲۹) تپاں ۹ (۳۰ و ۳۱) تپاں ۹ (۳۲) تپاں ۹ (۲۹) نیض الدین حیدر ۹ نہیں۔۔۔ اس، اصلاح شدہ شکل میں ان کے نام نگارستان ضمن میں موجود ہے۔ غالب نے تاریخ تحریر ۶ صفر، روز تحریر جمعہ دیکھے۔ ۱۲۴۵ھ ہونا چاہیے۔

۳۲ (۳۲) تپاں ۹ متفرقات کا خط ۲۲ بنام تپاں صفحہ ۷۵ - زمانہ ابید

دیوان لیے کبریاً خلق ہے خط سے ظاہر نہیں۔ یہ بھی بتائیں کہ دیوان آردو یا دیوان فارسی کا ذکر ہے اگر فارسی ہے اور یہ خط اس زمانے کا ہے جب خط ھانگھا گیا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دیوان ۱۲۴۸ھ میں مرتب تھا۔

(۱۴) اس خط پرین میں سندسہ نہیں، ظاہر ا کاتب ن کے نزدیک خط ۱۲ کا جزو ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، یہ جداگانہ خط ہے۔

(۱۵) مزہ بے مزہ؟ کو الف، اُدو میں بولتے ہیں عربی میں غلط ہے، فارسی کے متعلق اس وقت کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔ کھنوزن میں کھنوز۔ دولت ہائے مستقبلہ؟ ضروری العرض کی جگہ واجب العرض دیا ہے۔ فروغ کی جگہ ن میں فرغ۔ اس خط کے ساتھ مکتوب الیہ کی طرف سے جو خط غالب نے لکھا ہے، وہ کس کے نام ہے؟ اس مکتوب الیہ کا حیدرآباد سے کون کون سے تعلق نہیں؟

(۱۶) اس خط سے ظاہر ہے کہ غالب حیدرآباد یا کسی اور ریاست سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ غالب ...۔ زینت، کلیات میں ہے (صفحہ ۴۵، ۴۶) ڈیڈ عالم و قید اہل عالم سے ظاہر آتا ہے ڈیڈ عالم علی خاں مراد ہیں۔ صنعت تعطیل میں جس نثر کا ذکر ہے وہی ہوگی جو معتادہ اولہ کی مدح میں لکھی گئی تھی اور پنج میں موجود ہے (صفحہ ۳۲) رفعت در جنت؟

(۱۷) اس سے ظاہر ہے کہ جوانی میں بھی شب کا کھانا نہ کھاتے تھے۔ یہ بات نئی ہے کہ الوار کے دن اکل کم سے پرہیز کرتے تھے۔ یہ پتا نہیں کہ یہ عارضی بات تھی یا ہمیشہ کا دستور تھا۔ اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دو شنبے کے دن کلکتہ سے رخصت ہونے والے تھے۔

(۱۸) بابہ ...۔ مرا، کلیات میں ہے (صفحہ ۴۰، ۴۱)، مکتوب الیہ ظاہر کلکتہ سے ڈھاکہ (جہانگیر نگر) جا رہا تھا اور دوسرے کو یہ غالب سے رخصت نہ ہو سکا۔ یہ خط ڈھاکہ بھیجا گیا ہے۔

(۱۹) برہوتالاب:۔۔۔ یہ تالاب اب تک، ہو رہے۔ کلکتہ مکتوب اور سینٹ پال کیتھڈرل کے درمیان میں واقع ہے (دس)۔ اماندگی ہائے اور دستخط کی جگہ ن میں اماندگی ہے، اور استغناء۔

(۲۰) ”لال دنگی..... اب بھی ڈاؤنزی اسکو روکے اُس مضمون کو کہتے ہیں جو جنرل پوسٹ اوفس کے قریب واقع ہے، ’دس‘ ان میں رزیڈنٹ۔

(۲۱) ایک کہار اور دو خدمت گار ظاہر ادبلی سے ساتھ لگے تھے۔ ’کوڈک کہار‘ اُن کے علاوہ معلوم ہوتا ہے۔ ان میں ’تصدیق‘ ہے۔

’اٹالی‘ (تیب) اٹالی ’جی‘ خواہم ایسا تک و اٹالی ہی کہتے ہیں اور یہاں سال بھر میں ایک بار میلا بھی ہوتا ہے، اٹالی نام کا ڈاک ٹکڑ بھی کلکتہ میں ہے۔ وہاں کا مشہور علاقہ ہے۔ ہر روز آدم ان میں ہر روزہ آدم، گھر، ’ستلوک‘۔

(۲۲) یہ خط متفرقات میں بھی ہے (۱۸۷۶ء)۔ اختلافات یہ ہیں: متفرقات میں ’قبلہ‘ کی جگہ ’کعبہ‘، ’گویم‘ کی جگہ ’گوئید اور یہی صحیح ہے، ’ترسنہ‘ کی جگہ ’ندازہ‘، ’تاق‘، ’ترجیح‘، ’غداے کی جگہ ’نوا‘، ’تعمایں‘ کی جگہ ’تعمایں‘، ’جہد کی جگہ ’جہد‘، ’یہی صحیح ہے‘، ’یار اور یار کی جگہ ’یار است‘، ’خوش‘ کی جگہ ’خوش‘، ’گردہ‘ یعنی ’ہلکا کی جگہ ’گردہ‘، ’از حال بخود ہی.... خاکسار است‘ یہ نام عبارت خفیف اختلاف کے ساتھ متفرقات میں ’سراج‘ کے نام کے ایک خط کا جز ہے۔ یہ متفرقات میں ’دعا‘ کے بعد ’ہادر‘، ’سراسر‘ کے بعد ’ہا‘۔

(۲۳) تیاں غالباً غالب کے خط کو اپنی بیاض میں نقل کر لیا کرتے تھے، جس خط کو ضایع کرنے اور اپنی بیاض میں نقل کرنے کی ہدایت کی ہے وہ خط ۲۴ تو نہیں؟

(۲۴) یہ خط مجموعہ ’دھاکہ‘ کے تمام خطوں میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین غالب نے غالب پر اپنے اعتراضات کو تلخ بھی کر لیا تھا، ’گو‘ اس کا پتا نہیں چلا کہ یہ اعتراضات کسی اخبار میں یا رسالہ کے طور پر چھپے تھے یا نہیں۔ جن اشعار پر اعتراض ہوئے ہیں وہ کلیات میں موجود ہیں (۳۹ء و ۴۰ء)۔ در اسی طرح ہیں: ’بجا غالب نے بیان کیا ہے۔ اس یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی میں ’دو‘ ’ذال‘ سے متعلق غالب کے جس مسلک کا قانع سے علم ہوتا ہے وہ بہت قدیم ہے۔ ۱۲۴۳ھ میں بھی ان کا ذہنی فیصدہ تھا جو ۱۲۶۶ھ میں تھا۔ یہ بحث طویل ہے کہ فارسی میں ’ذال‘ ہے یا ’سین‘، اس کے بارے میں کبھی آئندہ لکھا جائے گا۔ اس وقت اس پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ’ذیر‘ وغیرہ کو ’زے‘ سے لگنا ’طحا‘ صحیح نہیں۔ غالب کا یہ پتا بھی دیکھیں کہ چون کہ وہ اس سے واقف ہیں کہ اور لوگ ’ذیر‘ و ’غیرہ‘ کو ’ذال‘ سے لکھتے ہیں، ’زے‘ لکھنا اٹالی غلطی نہیں، غلطی کی یا زیادہ ہے، غالب نے ’ذیر‘ میں بھی لکھا ہے: ’غلطی ہٹے مصلحتاً‘

مت لوجھ، میں فی الحال یہ کہنے سے قاصر ہوں کہ ایرانوں نے غلط کر یا اے زاہرہ کو کٹھا استعمال کیا ہو یا نہیں۔ اس غلطی کے مستحق مؤید میں ہی؛ پیش ازیں بدہ سال تخمیناً رقعے کے چند لوگ ریزہ خاتمہ حرف آفریں جناب غالب بہ نظر فقیر آند نقل کب رقعہ ازاں ایسکہ: اس کے بعد خط نقل کیا ہے جس میں ”لیکن ازاں جا... غلط نہ خوانند دیگر“ اور ”اگر بیہ بند... اسد اللہ“ کو اوائل عبارت موجود ہے (ص ۱۷۷ او ص ۱۷۸)۔ احمد کے سامنے پورا خط تھا اور انہوں نے عبارتیں خود حذف کر دیں، یا ناممکن خط تھا جو سارے کا سارا نقل کر دیا ہے اس کا نتیجہ مشکل ہے۔

(۲۵) خط ۱۷ میں دو سنبڑ کے دن کلکتہ سے روانگی کا ذکر کیا تھا، اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجشنبہ کو کلکتہ سے رخصت ہونے والے تھے۔

(۲۶) ”فرزند ان الرحمندان“ صفت کی جمع لانے پر غالب معترف ہوئے ہیں (صفحہ ۱۱)

— محقق —

(۲۷) منت... گردنہ میا و حافظ کا مطلع ہے۔ ”چندم“ اب تک کہیں میری نظر سے نہیں گزرا۔ یہ خط متفرقات میں بھی ہے (ص ۱۷۷)۔ اختلافات: متفرقات میں صادق علی خاں کے بعد ”صاحب“، ”سیدہ است“ کی جگہ ”سیدہ“، ”قبیلہ نیکیوں“ کی جگہ ”قبیلہ صورت“ و ”معنی“، احمد کے بعد ”صاحب“، ”طرازہ رستم“ کی جگہ ”طرازہ حرف و رسم“، ”قبیلہ صورت“ و ”معنی“ کی جگہ ”قبیلہ نیکیوں“، حکیم احمد علی کی جگہ حضرت سید احمد علی خاں، بہم دادہ است کی جگہ بہم دادہ۔ حکیم احمد علی خاں کی جگہ حکیم صادق علی خاں (اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے)؛ ”عزم انقطاع“ کی جگہ ”عزم انفکاک“ مرکبہ ہے۔ متفرقات میں ”دوریا بہم“ کے بعد یہ عبارت زاید ہے: ”حال کہ دارم از روی عریضہ موسومہ جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب سمت انگلستان تو اند یافت۔ بخدمت محذومہ منقطعہ کورنشس و“ اور عزیز از بہا کی جگہ عزیز از بہاں، اور ”افزونی دولت“ کی جگہ فقط۔

(۲۸) ”ن بیچ و تشویش“ بیچ و تاب تشویش ہو گا۔

(۲۹) یہ خط بھی اہم ہے۔ اس میں کن تین مطلعوں کا ذکر ہے، اس کا پتہ نہ چل سکا۔

ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطلع کتب الیہ (تپاں) نے بھیجے تھے۔ مگر کہیں اور اس کا ذکر نہیں، معترف کی جگہ معترف الیہ جاسیے۔

(۳۰) شملہ باز از ذہد غالب نے لکھا ہے کہ چیت باز لو کے قریب رہی (بیچ ص ۱۷۸)

نائب، میں ہے کہ جیت پر روز کے اُس حصوں میں تھا جو بعد کو گیتا ناما باب کے نام سے مشہور ہوا
۱۵۵۱ء۔ ادا از... گوارا، سنا ہوا مصرع ہے، مگر اس وقت یاد نہیں آتا کہ کس کا ہے۔
اردو شعر و دیوان مروجہ میں ہے۔ اس خطے سے بھی ادبی نثر اور بروہی شہنی پڑتی ہے۔

(۳۱) بے یاد آتا ہے کہ حکیم حبیب الرحمن مرحوم نے حاشیہ میں لکھا تھا کہ

جو اشعار اس خط میں ہیں وہ شائع کئے دیوان میں موجود ہیں۔ اس خط میں اجلہ، بہیات،
آیا پر، اس کی نسبت احمد لکھے ہیں،

”میں یکے از نقات سماع دارم کہ جناب غالب دو کچھ اذنا ہائے خود اجلہ

بہیات کا مشہور است، جلا، بہ بہیات کہ زبان زد خاص و عام است اس رانا روا
چند اشہ است“ (مزید صفحہ ۳۴۲)۔

جناب ڈاکٹر محمد زبیر ہمدانی سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ اجلی بہ بہیات

ہونا چاہئے۔ اجلہ اور بہ بہیات دونوں غلط ہیں۔

(۳۲) یہ خط منقرعات میں بھی ہے (صفحہ ۱۵۵)۔ اختلافات: منقرعات

میں انہ کی جگہ اندہ، کہ سر برد، کی جگہ کہ اگر سر برد، بود کی جگہ بود، سن کی جگہ
یعنی۔ لفظ، منقرعات میں نہیں، یاد اند، کے بعد بہت سی عبارت دیوان میں نہیں

